اہل اسلام کے تعلق سے اہل سنت کے متوارث موقف کی تحقیق اور عصر حاضر میں تکفیر و تضلیل
میں عجلت پسندی اور غلو کی تردید کے حوالے سے ایک علمی، اصولی اور دعوتی تحریر

پیغام اہل سنت

ڈاکٹر مفتی مجیب الرحمن علیمی

شاہ صفی اکیڈمی
SHAH SAFI ACADEMY
A centre for research on Islamic studies and Sufism

اہل اسلام کے تعلق سے اہل سنت کے متوارث موقف کی تحقیق اور عصر حاضر میں تکفیر و تضلیل
میں عجلت پسندی اور غلو کی تردید کے حوالے سے ایک علمی، اصولی اور دعوتی تحریر

پیغامِ اہل سنت

ڈاکٹر مفتی مجیب الرحمٰن علیمی

ناشر
شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (یوپی)

سلسلۂ مطبوعات شاہ صفی اکیڈمی نمبر (۳۳)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب:	پیغامِ اہل سنت
تصنیف:	ڈاکٹر مفتی مجیب الرحمن علیمی
تزئین:	ظفر عقیل سعیدی
اشاعت:	۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۳ء
تعداد:	۵۰۰
ضخامت:	۷۵/ صفحات
قیمت:	۱۰۰/ روپے
ناشر:	شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، کوشامبی (یوپی)

PAIGHAAM-E-AHL-E-SUNNAT

By: **Dr. Mufti M M Rahman Alimi**

Published by: Shah Safi Academy, Khanqah-e-Arifia

Saiyed Sarawan, Kaushambi, U.P.(India) 212213

Ph:9910865854/Email: shahsafiacademy@gmail.com

فہرست

خانقاہ عارفیہ کا پیغام ۵

حرف تصدیق ۸

تقریظ ۹

پس منظر ۱۳

استفتا ۱۵

جواب ۱۶

اسلامی عقیدہ ۱۹

کلمہ طیبہ کی عظمت ۱۹

ضروریاتِ دین ۲۴

ضروریاتِ اہلِ سنت ۲۵

کفر کی حقیقت ۲۸

علم التاویل کی ضرورت و اہمیت ۳۰

کلمہ گو کی تکفیر میں احتیاط کے سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا رویہ ۳۱

مسلمان کو کافر کہنے کا وبال ۳۵

کسی مسلمان کو جہنمی یا جنتی کہنے کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ۴۰

اہل سنت و جماعت کی پہچان ۴۶

تو برائے وصل کردن آمدی نی برائے فصل کردن آمدی ۵۷
الزام تراشی کی صورت میں فیصلے کا شرعی طریقہ ۵۹
کسی مسلمان کو کافر یا فاسق قرار دینے کے شرائط ۶۰
فتوے بازوں کا عمومی رویہ ۶۳
تکفیریت کا زہر ۶۶
صاحبان اعتدال سے گزارش ۶۸
آخری بات ۷۲
مصادر و مراجع ۷۳

خانقاہ عارفیہ کا پیغام

حضرت علامہ شیخ ابوسعد حسن سعید صفوی دام ظلہ العالی

ولی عہد: خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں شریف

محبان خانقاہ عارفیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موجودہ عہد مذہبی، مسلکی، سیاسی، سماجی اور روحانی سطح پر جس بحران سے گزر رہا ہے، آپ حضرات اس سے بخوبی واقف ہوں گے۔ اس پرآشوب عہد میں عارف باللہ حضرت شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ صفوی محمدی کا وجود ہمارے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ آپ میں سے جن حضرات نے بھی ان کو قریب سے دیکھا ہے وہ ان کی حکمت وبصیرت، عرفان ویقین، ایمان وسنیت، ہم دردی ورواداری اور اخلاص وجنون سے ضرور واقف ہوں گے۔ وہ اپنی جگہ ایمان ویقین کے کوہ گراں اور سنی حنفی صوفی روایات کے حامل وداعی ہوتے ہوئے، نئے عہد میں کلمۂ سواء (common issues) پر پوری انسانیت اور بطور خاص تمام اہل اسلام کو متحد دیکھنا چاہتے ہیں، جسے اہل نظر وقت کی آواز سمجھتے ہیں اور تکفیر وتضلیل، افتراق وانتشار اور تعصب وعناد میں جینے والے ''صلح کلیت'' سے تعبیر کر کے ان کے پُرامن اسلامی وروحانی مشن کے خلاف ایک ماحول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے افراد دراصل غیر شعوری طور پر ملت کو کمزور کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اسلام کے خلاف نفرت انگیزی کا کام خالص دینی جذبے کے تحت کرنے میں مصروف ہیں۔

ایسی صورتحال میں یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم ایسے افراد کی عالمانہ ومخلصانہ تفہیم کریں

اور یہ باور کرائیں کہ سید سراواں کی سنی صوفی تحریک خدانخواستہ متضاد افکار وخیالات کی وحدت کی داعی نہیں ، بلکہ متضاد افکار وخیالات کے حاملین کی ایسی وحدت کی داعی ہے جس میں لوگ اپنے اپنے خیالات ونظریات پر قائم رہتے ہوئے انسانیت اور ملت کے مشترکہ کاز کے لیے ایک دوسرے کے معاون بن سکیں۔

اب ہم-محبان خانقاہ-کے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ:

۱-حضرت شیخ کے دست وبازو بنیں، ان کی فکر وتحقیق اور منہج ومقصد کی حقیقت سے اہل زمانہ کو واقف کرائیں، تاکہ قدیم سنی صوفی فکر کا احیا ہو سکے، اہل سنت اور اہل تصوف کے عالمی افق سے مسلمانان ہند کا فکری رابطہ استوار ہو سکے اور جدید عہد میں مسلم مخالف افکار وخیالات کا حکیمانہ رد کیا جا سکے۔

۲-اس کام کے لیے سب سے پہلے مرشد گرامی کی ایمانی وروحانی اور اخلاقی تربیت سے خود کو آراستہ کرنا ہوگا۔ علم، عقل، عشق اور عمل کی دولت سے مالامال ہونا ہوگا اور پھر اس کے بعد پورے خلوص، متانت، سنجیدگی اور صبر کے ساتھ وقت کے اس عظیم دینی وروحانی مشن کے فروغ ودعوت میں اپنا حصہ ڈالنا ہوگا۔

۳-وقتِ ضرورت ہمارا نقد بھی مخدوش افکار وخیالات پر ہو، ہم کسی شخصیت یا گروہ کو ٹارگیٹ نہ کریں، کیوں کہ ایسا کر کے بلاوجہ ہم اپنا دشمن پیدا کرلیں گے اور بدقسمتی سے ہم میں سے بعض پرجوش افراد اپنے بھولے پن میں ایسا کر بھی رہے ہیں۔

۴-سخت متعصب اور معاند علما کے لیے بھی حتی المقدور ہم شائستہ الفاظ استعمال کریں۔ ہم جوش میں ایسا نہ کریں کہ خود بدتمیزی پر آمادہ ہو کر اپنے مضبوط مقدمے کو کمزور کردیں، کیوں کہ بدتمیزی یہ ظاہر کرتی ہے کہ متعلق شخص نے دلائل کی سطح پر شکست تسلیم کرلی ہے۔

۵-علماے اہل سنت کا ایک مخصوص طبقہ طویل مدت سے باہم دست وگریباں رہا ہے۔ اس کی وجہ سے بالعموم ان کے نقد میں سب وشتم کے عناصر غالب ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں کوشش

کرنی ہے کہ ردعمل میں ہم بھی ان کی روش اختیار نہ کرلیں، ورنہ پھر ہمارے پاس یہ منہ نہیں رہ جائے گا کہ خود کو داعی و مصلح اور حضرت داعی اسلام کا پروردہ کہیں، بلکہ اس سے تو حضرت مرشد گرامی کی تربیت اور فکر پر بھی سوال ہوگا اور اس طرح ہم خود شیخ کی شخصیت وافکار کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے میں وہ کردار ادا کر جائیں گے جو ان کے متعصب مخالفین بھی نہ کر سکے۔

اس سب کے باوجود ہمیں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی ہوگی کہ ہم لاکھ جتن کرلیں، متعصب، تنگ نظر، بے بصیرت اور عہد حاضر میں مسلم مسائل سے بے خبر علماے سو کی تنقیدات وتعقبات بلکہ بے بنیاد فتویٰ جات سے ہم خود کو نہیں بچا سکتے۔ اس لیے ایسی باتوں کی ہمیں پرواہ نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ ہر شخص کی توقعات پر نہ ہم پورا اتر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ اس تحریر کا مقصد سب تک یہ پیغام پہنچانا ہے کہ خانقاہ عارفیہ اُسی قدیم خانقاہی نظام کا تسلسل ہے، جہاں سے کسی کو بھگایا نہیں جاتا، کسی کو رسوا اور ذلیل نہیں کیا جاتا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ خانقاہ میں جو بھی آتا جاتا ہے یا کسی بھی طرح شیخ عارفیہ سے محبت رکھتا ہے وہ شیخ کا ترجمان ہو اور اس کے ناشائستہ افکار یا اعمال سے شیخ کے افکار و اعمال کو سمجھا جائے۔ خانقاہیں دار الشفا کی سی ہوتی ہیں، جن میں آنے والے زیادہ تر بیمار ہی ہوا کرتے ہیں، سب صحت مند نہیں ہوتے۔ اس لیے اگر شیخ عارفیہ کے مزاج و منہاج اور افکار وخیالات کو سمجھنا ہے تو براہ راست خانقاہ آئیں اور شیخ سے ملاقات کریں۔

رب کریم سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح معرفت عطا فرمائے اور صوفیہ صافیہ کے مشرب خدمت ومحبت پر چلنے اور استقامت کے ساتھ دین کی پر امن دعوت واشاعت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر حسن سعید صفوی

تحریر: ۱۵؍ جولائی ۲۰۲۳ء

❁❁❁

حرف تصدیق

حضرت مفتی محمد رحمت علی مصباحی چشتی قادری دام ظلہ العالی

صدر مفتی: دارالافتاعارفیہ، سید سراواں شریف

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

محب گرامی قدر حضرت مولانا ڈاکٹر مجیب الرحمٰن علیمی زید علمہ و عمرہ نے ایک استفتا کے جواب میں ایک تحریر بنام ''پیغام اہل سنت ''لکھی، میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا، یہ تحریر عام فہم اور سلیس زبان میں عوام و خواص ہر ایک کے لیے یکساں مفید اور کار آمد ہے، خاص طور سے آج مسند افتاء و قضاء پر بیٹھنے والے مفتیان کرام جو تکفیر کے باب میں انتہائی افراط و تفریط کے شکار ہیں ان کے لیے یہ تحریر درس عبرت ہے۔

اس کتاب میں ضروریات دین، ضروریات اہل سنت کی مکمل تشریح، تکفیر کے حوالے سے احادیث رسول اور فقہاے کرام کے اقوال جمع کیے گیے ہیں جن کا جاننا ایک مفتی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

دار الافتاء عارفیہ کے قیام کے وقت مرشد گرامی حضور داعی اسلام ادام اللہ ظلہ علینا نے فرمایا: ''فتویٰ میں وہی کچھ لکھو جس کا جواب تم اپنے رب کے سامنے دے سکو اور جس کا جواب تم اپنے رب کے سامنے نہ پیش کر سکو، وہ مت لکھو۔''

ہم اس کتاب کے مشمولات سے اتفاق کرتے ہیں اور مکمل تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام و خواص سب کے لیے نفع بخش بنائے، اسے شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

❁❁❁

تقریظ

حضرت علامہ محمد ضیاء الرحمن علیمی دام ظلہ العالی

استاذ: جامعہ عارفیہ، سید سراواں شریف

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علیٰ رسول اللہ و علیٰ آلہ و صحبہ و من اھتدی بھدیہ و استن بسنتہ إلی یوم الدین۔

دلائل شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی کلمہ گو ہے جب تک اس سے ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی کا انکار ثابت نہ ہو وہ مسلمان ہی ہے اور دنیا میں اس کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہے۔ اگر کوئی اپنے دل میں کفر چھپائے ہے تو اس پر حکم لگانے کا حق اس دنیا میں صاحب وحی کے سوا کسی کو حاصل نہیں اور ہم سب جانتے ہیں کہ وحی کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے لہذا اب ہم صرف ظاہر کے مطابق ہی حکم لگانے کے مکلف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا**[۱]

جو اپنے بھائی کو کافر کہہ کر بلائے تو ان میں سے ایک کفر کے ساتھ لوٹے گا۔

اس پر گفتگو کرتے ہوئے امام حافظ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

وَهٰذَا وَعِيدٌ عَظِيمٌ لِمَنْ أَكْفَرَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ، وَهِيَ وَرْطَةٌ عَظِيمَةٌ وَقَعَ فِيهَا خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ، وَمِنَ الْمَنْسُوبِينَ إِلَى السُّنَّةِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ، لَمَّا اخْتَلَفُوا فِي الْعَقَائِدِ فَغَلَظُوا عَلٰى مُخَالِفِيهِمْ، وَحَكَمُوا بِكُفْرِهِمْ[۲]

---

(۱) مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبد اللہ بن عمر۔

(۲) احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، ۲/۲۲۰، حدیث: ۳۳۰

''اس حدیث میں کسی بھی مسلمان کی ناحق تکفیر کرنے والوں کے لیے بڑی وعید ہے، اس کھائی میں بہت سے متکلّمین اور سنت وحدیث سے تعلق رکھنے والے علما گر گیے کہ بعض اختلافی عقائد کی بنا پر انہوں نے ایک دوسرے کے معاملے میں شدت اختیار کرتے ہوئے کفر کا حکم لگا دیا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دوسروں کو کافر ومشرک کہنا بہت ناگوار سمجھا حافظ ابن عبد البر حضرت ابو سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: قَالَ قُلْتُ لِجَابِرٍ أَكُنْتُمْ تَقُولُونَ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ كَافِرٌ قَالَ لَا قُلْتُ فَمُشْرِكٌ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ وَفَزِعَ۔[1]

میں نے حضرت جابر سے عرض کی: کیا آپ لوگ اہل قبلہ کو کافر کہتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کی: تو کیا مشرک کہتے تھے؟ انہوں نے گھبرا کر فرمایا: معاذ اللہ۔

اسی وجہ سے ہمیشہ اہل سنت نے تکفیر میں حد درجہ احتیاط کا مظاہرہ کیا، حافظ ابن عبد البر تکفیر کے سلسلے میں اہل سنت کے منہج کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدِ اتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَهُمْ أَهْلُ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ عَلَى أَنَّ أَحَدًا لَا يُخْرِجُهُ ذَنْبُهُ وَإِنْ عَظُمَ مِنَ الْإِسْلَامِ وَخَالَفَهُمْ أَهْلُ الْبِدَعِ فَالْوَاجِبُ فِي النَّظَرِ أَنْ لَا يُكَفَّرَ إلا من اتفق الجميع على تكفيره أو قام عَلَى تَكْفِيرِهِ دَلِيلٌ لَا مِدْفَعَ لَهُ مِنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ۔[2]

اہل سنت فقہا ہوں یا محدثین سب کا اس پر اتفاق ہے کہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کی بنا پر کوئی بھی اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا، اس میں صرف اہل بدعت کا اختلاف ہے، اس لیے واجب ہے کہ صرف اسی کی تکفیر کی جائے جس کی تکفیر پر سب کا اتفاق ہو یا اس کی تکفیر پر ایسی دلیل قائم ہو چکی ہو جس کو کتاب وسنت کی روشنی میں دفع کرنے کی کوئی صورت نہ رہ گئی ہو۔

اس پر بھی سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ کسی کی تکفیر اس کے قتل کے مترادف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

(۱) التمہید، تابع لعبد اللہ بن دینار، الحدیث السابع، (۲۱/۱۷)

(۲) التمہید، تابع لعبد اللہ بن دینار، الحدیث السابع، (۲۲/۱۷)

وَ مَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ، فَهُوَ كَقَتْلِهِ[1]

''اگر کسی نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اس کے قتل جیسا عمل ہے۔''

تکفیر ناحق ایک بڑا فتنہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرۃ:۱۹۱)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَزَوَالُ الدُّنيَا وَمَا فِيهَا أَهوَنُ عِندَ اللهِ مِن قَتلِ مُؤمِنٍ، وَلَو أَنَّ أَهلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهلَ أَرضِهِ اشتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤمِنٍ لَأَدخَلَهُمُ اللهُ النَّارَ.[2]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا ختم ہوجانا کسی مسلمان کے ناحق قتل سے زیادہ ہلکا ہے، اگر سارے آسمان وزمین والے مل کر کسی مومن کا خون بہائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان سب کو جہنم میں داخل کردے گا۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کا طواف کرتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں:

مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.[3]

''تو کتنا پاک ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کتنی عظمت و حرمت والا ہے، لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے: اللہ کی بارگاہ میں مومن کے جان مال کی عزت و حرمت تجھ سے بھی بڑھ کر ہے اور ہم مؤمنوں کے ساتھ حسن ظن ہی رکھیں۔''

ان تمام روایات سے مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی عظمت وحرمت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے، برادرم مکرم ڈاکٹر مفتی محمد مجیب الرحمٰن علیمی اطال اللہ عمرہ نے اسی اجمال کی تفصیل ''پیغام اہل سنت'' نامی اپنی تحریر میں فرمائی ہے۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینہی من السباب واللعن، (۶۰۴۷)
(۲) اصبہانی، الترغیب والترہیب، باب القاف، باب فی الترہیب من قتل النفس، (۲۳۲۳)
(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، (۳۹۳۲)

میرا یقین ہے کہ برادر مکرم کی یہ تحریر مرشد گرامی حضرت داعی اسلام مدظلہ کی ان پر خصوصی روحانی توجہات کا نتیجہ ہے، آپ پر ناحق تکفیر و تفسیق کی تباہ کاریاں بڑی گراں گزرتی ہیں، ان کے پروردۂ نگاہ کی یہ تحریر دراصل بالعموم پوری دنیا میں اور بالخصوص برصغیر ہندو پاک میں پھیلے ہوئے تکفیری زہر کا تریاق ہے، اس وقت امت مسلمہ تکفیر و تفسیق کے جس بدترین دور سے گزر رہی ہے اور اس کی وجہ سے امت جس افتراق وانتشار کا شکار ہے ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کی تحریریں بار بار شائع کی جائیں تاکہ لوگ تکفیر و تفسیق کے خوفناک مرض سے آشنا ہوں اور جو لوگ اس کے جراثیم معاشرے میں پھیلا رہے ہیں ان سے عام لوگ مکمل دوری اختیار کریں، امت کا درد رکھنے والے علما و حکما ایسے لوگوں کو کورنٹین (Qurantine) کر کے ان کا علاج کریں اور سب لوگ مل کر حق تعالیٰ سے ایسے مریضوں کی شفایابی کے لیے دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس پر مؤلف محترم برادر مکرم کو اجر جزیل عطا فرمائے اور مزید توفیقات خیر سے نوازے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

❁❁❁

پس منظر

مرشد گرامی داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا، صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ عارفیہ، بانی و سربراہ جامعہ عارفیہ کی شخصیت اس وقت روحانی اور علمی میدان میں انقلابی کردار ادا کر رہی ہے۔ ملک کے مختلف صوبوں میں متعدّد تعلیمی و تربیتی مراکز آپ کی سربراہی میں قائم ہیں اور خدمات میں مصروف بھی۔

ان مراکز کی نگرانی کی غرض سے بھی ملک کے مختلف حصوں میں آپ کا دورہ ہوتا رہتا ہے ،اسی طرح کا ایک دورہ ۲۶/ اپریل سے یکم مئی ۲۰۲۳ء تک صوبہ بہار کا بھی ہوا جس میں مظفر پور، دربھنگہ ، مدھوبنی اور ارریہ آپ تشریف لے گیے اور متعدّد علمی مراکز کا جائزہ لیا، ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور ایک مسجد اور ایک مکتب کا افتتاح فرمایا۔ یہ ایک کامیاب اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے بامراد سفر ثابت ہوا۔ پھر کیا تھا علم و اخلاق سے بیر رکھنے والے ،قوم کے نونہالوں کی مستقبل سے بے فکر اور اپنے علاوہ دوسروں کو کافر و گمراہ جاننے والوں کی ایک ٹولی سرگرم ہوگئی اور خانقاہ عارفیہ کے خلاف کذب و افترا اور الزام تراشی کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔

اب کسی نے اپنے والد کے عرس کے فاتحہ و قل میں، تو کسی نے ایصال ثواب کی محفل میں اور کسی نے جمعہ کے خطبہ میں خانقاہ عارفیہ اور صاحب خانقاہ اور یہاں سے تعلق رکھنے والے علمائے اہل سنت اور طالبان علوم نبویہ پر اپنا غم و غصہ نکالنا شروع کر دیا۔

حد تو اس وقت ہوگئی جب ۲/۷ جون ۲۰۲۳ء کو مظفر پور کے ایک پسماندہ دیہات میں جہاں ۲/۷ اپریل ۲۰۲۳ء کو داعی اسلام نے دار التحفیظ کا آغاز کیا تھا وہاں پورے ملک سے متشدد علما کی ایک ٹیم جمع ہوگئی اور غریب عوام کے چندے سے لاکھوں روپے صرف اس لیے خرچ

کردیے گیے کہ یہاں دار التحفیظ کا آغاز نہ کیا جائے اور جو عالم و مدرس پچھلے تین چار سالوں سے مسجد و مدرسے میں بحسن و خوبی خدمات انجام دے رہے تھے اور تعلیم و تربیت کے میدان میں مزید ترقیات کے لیے پر عزم تھے، ان کو کافر و گمراہ بنا کر باہر کیا جائے۔

اس جلسے میں علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی گھوسوی بھی شریک ہوئے اور انہوں نے نہایت غیر ذمہ دارانہ بیان دے دیا جس کی وجہ سے اس علاقے میں بسنے والے سنی عوام کے اتحاد کو بڑا نقصان پہنچا اور اس علاقے کے متعدّد اہل علم نے تحریری و زبانی مجھ سے علامہ صاحب کے بیان سے متعلق استفسار و استفتا کیا، جس کا جواب دینے کے ارادے سے قلم اٹھایا، لیکن وہ جواب عوام کے لیے مفید بنانے کی نیت سے طویل ہوتا چلا گیا، جو ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔

اب وہ کتاب آپ کے سامنے حاضر ہے، امید کہ آپ مطالعے کے بعد اپنی رائے اور اصلاح سے آگاہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق جاننے، حق برتنے اور حق پر قائم رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

طالب دعا

محمد مجیب الرحمن علیمی کان اللہ تعالیٰ لہ

۲۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ / ۹؍ ستمبر ۲۰۲۳ء

❁❁❁

استفتا

بخدمت! مکرمی مفتی محمد مجیب الرحمن علیمی زید مجدہ وعلمہ

السلام علیکم!

امید مزاج گرامی بخیر ہوگا! عرض ہے کہ بہاء الدین پور، پارو، مظفر پور میں ۲۷ / جون ۲۰۲۳ء کو منعقدہ جلسے میں بحیثیت خصوصی خطیب محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے، جس میں انہوں نے خانقاہ عارفیہ، سید سراواں کے شیخ طریقت حضرت شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی صاحب پر کفر و شرک کا الزام لگاتے ہوئے فرمایا:

”ہمارے مدرسے میں تو سلام پڑھا جاتا ہے، صبح سویرے، کیا پڑھا جاتا ہے ؟مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام، شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام، یہ پڑھتے ہیں، مگر وہاں، کیا پڑھا جاتا ہے ؟ سید سراواں میں وہ کھڑے رہتے ہیں، احسان میاں، وہ کھڑے ہوئے ہیں اور لڑکے پڑھ رہے ہیں: یہ میرا خدا ہے یہ میرا خدا، بولو کافر ہوئے کہ نہیں ؟ پڑھوانے والا بھی کافر، پڑھنے والا بھی کافر ، تو ایسی تعلیم جہاں دی جاتی ہے وہاں کے پڑھے ہوئے ایک فرد کو یہاں آنے نہ دینا۔“

مجھے معلوم ہے کہ آپ اسی خانقاہ سے اپنا روحانی تعلق رکھتے ہیں اس لیے میرے لیے علامہ صاحب کا الزام فقط الزام ہی تھا لیکن اس مسئلے کے تعلق سے میں ذاتی طور پر آپ سے جاننا چاہتا ہوں کہ ان چیزوں کی کیا حقیقت ہے اور اس طرح کی کوئی بات تھی تو علامہ صاحب نے آپ کی خانقاہ سے رابطہ کیا تھا کہ نہیں ؟ اور اگر انہوں نے بلا اتمام حجت اس طرح کا بیان جاری کیا تو اس کا شرعی طور پر کیا حکم ہے ؟ امید کہ آپ جلد ہی اس کا جواب ارسال فرمائیں گے۔

المستفتی:

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی

امام و خطیب: مسجد پارو مٹھیاں، مظفر پور، بہار

۲۲/جولائی ۲۰۲۳ء

جواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ! میں بخیر وعافیت ہوں، اللہ تعالی آپ کو بھی بخیر وعافیت رکھے۔ آمین

پہلی بات یہ کہ علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب نے خانقاہ عارفیہ، سید سراواں شریف کے علما و مشائخ کے متعلق جن الزامات کا اعلان کیا ہے وہ سارے الزامات فقط الزامات ہی ہیں اور ان کی کوئی بنیاد نہیں اور بھلا ایسا کیسے ممکن ہے کہ جس خانقاہ میں اہل کفر و شرک اور اہل معصیت اپنے باطل نظریات اور گناہوں سے تائب ہوتے ہیں وہاں کفر و شرک کی تعلیم دی جاتی ہو؟ جہاں علوم اسلامیہ شرعیہ کے فروغ کے لیے اہل سنت کے جید علما و محققین اور مشائخ کی جماعت شب و روز محنت کر رہی ہو اور جہاں اہل سنت و جماعت کے نظریات اور رسومات کی علمی و عملی طور پر پابندی کی جاتی ہو وہاں بھلا کیسے ممکن ہے کہ کفر و شرک جیسا قبیح عمل انجام پا جائے؟

علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی نے خانقاہ عارفیہ کے علما و مشائخ اور طلبہ پر جو الزامات لگائے ہیں وہ الزامات خود اپنے الزام اور بہتان ہونے کی واضح دلیل ہیں کہ بھلا ایسا کیسے ممکن ہے کہ جس خانقاہ سے سیکڑوں علما و طلبہ اور ہزاروں صالحین اپنی علمی و روحانی تشنگی دور کرتے ہوں اور جس کے فارغین پورے ملک میں تعلیم و تربیت کے میدان میں کام کر رہے ہوں اور جس خانقاہ کی سرپرستی میں درجنوں علمائے اہل سنت اسلامی علوم و فنون پر علمی و تحقیقی کام میں مصروف ہوں وہاں ایسا کہا اور پڑھا جائے اور سب کے سب خاموش تماشائی بنے رہیں، علامہ صاحب کا بیان اتنا بڑا کذب و بہتان ہے کہ ہر ذی فہم اول سماعت میں جان جائے گا کہ ایسا ممکن نہیں ہے اور یہ فقط کذب و بہتان ہی ہے۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب نے ہمارے مرشد گرامی اور خانقاہ عالیہ عارفیہ کے شیخ طریقت، مرشد العلماء مخدوم الصلحاء عارف باللہ داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ ظلہ علینا جن کے تصرف روحانی، تبحر علمی، قوت استدلال، طریقۂ دعوت و تبلیغ، انداز تزکیہ و تصفیہ اور مربیانہ و مشفقانہ شخصیت اور اعلیٰ اخلاق کردار کا ایک زمانہ قائل ہے اور اہل علم و تحقیق، صاحبان فکر و نظر اور نوجوان محققین علمائے اہل سنت کی ایک بڑی جماعت جن کی مداح و محب ہے اس ذات پر جو تہمت لگائی ہے وہ بلا شبہہ بہت ہی بڑی تہمت ہے اور عظیم گناہ بھی۔

شریف اور سیدھے سادے مسلمان جو علما و مشائخ سے آنکھ بند کر کے محبت و عقیدت رکھتے ہیں جب ان لوگوں کو علامہ صاحب کے کذب و افترا کا علم ہوگا تو ان کی حیرت کا عالم کیا ہوگا اور ان کی عقیدت کو کتنی ٹھیس پہنچے گی اللہ ہی جانے، لیکن میں ذاتی طور پر علامہ صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے جس شیخ و مربی کی ذات کو مطعون کیا ہے کبھی آپ بذات خود ان کی مجلس تزکیہ میں بیٹھ کر دیکھیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سے آپ کا علامہ، محدث اور کبیر ہونے کا زعم یقیناً رخصت ہو جائے گا اور مقام آدمیت اور معیار اسلام و سنیت کا علمی و اخلاقی شعور بھی بیدار ہو جائے گا۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب کی جانب سے خانقاہ عارفیہ، سید سراواں شریف کے علما و مشائخ پر لگائے گیے سارے الزامات سراسر بہتان اور افترا پردازی کی قبیل سے ہیں، جس سے خانقاہ عالیہ عارفیہ کے علما و مشائخ اور اس کے متعلقین بری ہیں، بری ہیں، بری ہیں اور علامہ ضیاء المصطفیٰ کے حق میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو ہدایت دے، توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور انابت کی دولت سے سرفراز کرے آمین۔

دوسری بات یہ کہ اگر علامہ صاحب کو اس طرح کی کوئی خبر ملی تھی تو ان پر شرعاً لازم تھا کہ وہ سب سے پہلے اس سلسلے میں صاحب معاملہ سے رابطہ کرتے یا کم از کم جامعہ عارفیہ میں زیر تعلیم طلبہ سے ہی دریافت کر لیتے۔ حیرت کی بات ہے کہ بہاء الدین پور کے سات آٹھ طلبہ جامعہ عارفیہ

میں کل بھی زیر تعلیم تھے اور آج بھی زیر تعلیم ہیں اور جس دن یہ پروگرام ہوا تھا اس دن تو عید الاضحیٰ کی تعطیل کی وجہ سے یہ سارے طلبہ اپنے گاؤں بہاء الدین پور میں ہی موجود تھے، لیکن علامہ صاحب اور ان کے ہمنواؤں کو اتمام حجت اور تفتیش کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، کیوں کہ اتمام حجت اور تفتیش تو سچے لوگ کرتے ہیں جن کو حق و حقیقت سے آگاہی مطلوب ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی اور ان کے ہم نوا خانقاہ عارفیہ کے کسی بھی فرد سے اس سلسلے میں کوئی رابطہ نہیں کیا اور بغیر تفتیش کے اتنا بڑا بہتان لگا دیا، اس طرح کے الزامات وہ اور ان کے ادارے کے علماء نے پہلے بھی لگایا تھا اور جب خانقاہ سے تعلق رکھنے والے علماء نے ان سے اور ان کے ادارے کے علماء سے تحریری مواخذہ کیا تو اس کا اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور علامہ صاحب گھوسی سے مظفر پور پہنچ گیے اور بہاء الدین پور کے عوامی جلسے میں صالحین و طالبین اور سالکین کے خلاف الزام، بہتان اور کذب و افترا پر مبنی بیان جاری کر دیا جس سے عوام اہل سنت بہاء الدین پور بالخصوص اور بالعموم پورے ملک کے سنی عوام کے درمیان نفرت اور شدت کا ماحول برپا کر دیا جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

۲۷ / جون کو یہ پروگرام ہوا اور علامہ صاحب نے خانقاہ عارفیہ سے تعلق رکھنے والے علما و طلبہ پر کفر کا الزام لگایا اور بائی کاٹ کا فرمان جاری کر دیا لیکن ۲۸ / جون کی فجر سے ہی بہاء الدین پور کے عوام نے علامہ صاحب کے بیان کو خارج کرتے ہوئے خانقاہ عارفیہ سے نسبت رکھنے والے عالم دین مولانا عبد الغفور مصباحی سعیدی کی اقتدا میں نماز ادا کی اور ۲۹ / جون ۲۰۲۳ء کو گاؤں کی اکثریت نے مولانا مصباحی سعیدی کی اقتدا میں نماز عید الاضحیٰ بھی ادا کر لی، اب تک تو صرف علما و طلبہ کی ہی تکفیر ہوئی تھی لیکن عوام اہل سنت سے چندہ لے کر لاکھوں روپئے کا جلسہ کر کے جس امام کو کافر بنا کر امامت سے ہٹانے کی کوشش کی گئی تھی اسی گاؤں کے عوام اہل سنت نے علامہ صاحب اور ان کے حواریوں کی طرف سے لاکھوں روپیے کے جلسے میں رات بھر بیان کردہ سارے تکفیری احکام کو مسترد کرتے ہوئے اس امام کی اقتدا کو خوشی خوشی قبول کر لیا، تو اب

ان حضرات کے اسلام وسنیت کا کیا ہوگا؟ اور کیا اب بہاء الدین پور کے سنی عوام مسلمان بچے یا نہیں؟ اگر نہیں اور علامہ صاحب کے نزدیک تو بالکل ہی نہیں تو کیا اب ان سنی عوام سے رابطہ رکھنا اور ان کی دعوت قبول کرنا اور ان کے جنازے میں جانا اور ان سے رشتے داری کرنا وغیرہ وغیرہ علامہ صاحب اور ان کے حواریوں کے نزدیک جائز ہے؟ بلکہ کفر ہے کہ نہیں؟

چوتھی بات یہ کہ دین اسلام میں مسلم کو مسلم جاننا ضروری ہے اگر کوئی کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے تو اس کے لیے سخت وعیدیں آئی ہیں اور شریعت اسلامیہ میں ایسے شخص کے لیے تعزیر بھی ہے اور بعض صورتوں میں ایسا کہنا کفر بھی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ صاحب کی تذکیر اور ان کے حامی علما کی تصحیح کی غرض سے دلائل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے اسلامی عقیدے کی تفہیم کردی جائے، ہم ذیل میں پہلے دین وسنیت اور اسلامی عقیدے کی تفہیم اور کلمہ طیبہ کی عظمت و اہمیت پر گفتگو کرتے ہیں:

اسلامی عقیدہ

عقیدہ دل کے اذعان و یقین کا نام ہے۔ جس کا تعلق سراسر قلب سے ہے، اعضا و جوارح سے نہیں ہے۔ اعضا و جوارح سے جس علم کا تعلق ہے، اسے اصطلاح میں ''فقہ'' سے تعبیر کرتے ہیں مگر چونکہ دل ایک امر مخفی ہے، جس کی کیفیت کا جاننا ہر کسی کے لیے ممکن نہیں، اسی لیے ظاہر کو باطن کی علامت کے طور پر مقرر کردیا گیا۔ لہذا جب کوئی شخص زبان سے کچھ کہتا ہے یا اپنے حرکت وعمل سے کوئی کام کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں مسلم ہے اور فلاں غیر مسلم ہے۔

کلمہ طیبہ کی عظمت

آپ اس حدیث کو یاد کریں جب ایک موقع پر اسلامی فوج نے کفار پر چڑھائی کی تو کچھ لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کردیا، بعض صحابہ نے کلمہ سن کر ہاتھ روک لیے اور بعض صحابہ نے یہ سمجھ کر کہ اپنی جان بچانے کی خاطر اس وقت کلمہ پڑھ رہا ہے، یہ مانا نہیں جائے گا، ان میں سے ایک کو قتل کردیا۔ یہ خبر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ان حضرات سے پوچھا کہ جب اس نے کلمہ پڑھ لیا پھر تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے بتایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ صرف اپنی جان کی امان کی خاطر کلمہ پڑھ رہا تھا، دل سے کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا، سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا.(۱)

"تم نے کیوں نہیں اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تاکہ تم جان جاتے کہ اس نے دل سے کہا ہے کہ نہیں؟"

جب ظاہراً اس نے کلمہ پڑھ لیا اور ظاہر ہی باطن کا غماز ہے تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں بار بار استغفار کے طور پر کہا: خدایا! میں اس کے عمل سے بری ہوں، خدایا! میں اس کی حرکت سے بری ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ عقیدہ در حقیقت دل کے اذعان ویقین کا نام ہے اور ظاہر اس کا شاہد اور دلیل ہے اور مفتی و قاضی، ظاہر پر ہی اجرائے حکم کا مکلف ہے۔ ظاہر سے تجاوز کرنا اور باطن پر حکم جاری کرنا بڑی زیادتی ہے جو اللہ ورسول کو سخت ناپسند ہے، جس پر مذکورہ حدیث واضح دلیل ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيل عَلَى تَرَتُّب الْأَحْكَام عَلَى الْأَسْبَاب الظَّاهِرَة دُون الْبَاطِنَة.(۲)

"اس حدیث میں ظاہری اسباب پر احکام جاری کرنے کی دلیل موجود ہے نہ کہ باطنی اسباب کی بنیاد پر۔"

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فیه من الفقه أنَّ الكافر إذا تكلَّم بالشهادة وإن لم يصف الإيمان وَجَبَ الكَفُّ عنه والوقوف عن قتله سواء أكان بعد القدرة أم قبلها.(۳)

(۱) صحیح مسلم، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لاالٰہ الااللہ (۹۶)

(۲) عسقلانی/فتح الباری، (ج:۱۹/ص:۳۰۸)

(۳) سنن ابوداود، باب، علی مایقاتل المشرکون؟ (۴/۲۷۹)

”اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی کافر کلمہ شہادت کا زبانی اقرار کرتا ہے اگرچہ اس نے عقیدے کی تفصیل بیان نہ کی ہو، اس کی جان ومال کی حفاظت ضروری ہے اور اس پر قدرت حاصل ہویا نہ ہو دونوں صورتوں میں اس کے قتل سے رک جانا لازم ہے۔“

وفي قوله: ”هلّا شَققت عَنْ قَلْبِهِ؟“ دَلِيْلٌ على أن الحُكمَ إنما يَجْرِيْ عَلٰى الظَّاهِرِ، وَأنَّ السَّرَائِرَ مَوْكُوْلَةٌ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ.(۱)

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ کیوں نہیں تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا؟ میں واضح دلیل ہے کہ شرعی حکم ظاہری اعمال پر ہی جاری ہوتا ہے کیوں کہ دلوں کے احوال اللہ سبحانہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: ثَلاَثَةٌ مِنْ أَصْلِ الإِيمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَلاَ تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ، وَلاَ تُخْرِجْهُ مِنَ الإِسْلاَمِ بِعَمَلٍ.(۲)

”حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیز اصل ایمان سے ہے، (جنگ کے دوران) لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ کہنے والے کے قتل سے رک جانا، چھوٹے یا بڑے کسی گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہ کرنا، اور صرف کسی عمل کی وجہ سے کسی کو اسلام سے باہر نہ کرنا۔“

اس حدیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ کلمہ گو سے نہ جنگ جائز ہے اور نہ کسی صورت اس کو تکلیف میں ڈالنا درست ہے، یوں ہی یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کوئی گناہ چاہے بڑا ہو یا چھوٹا اس بنیاد پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے اور نہ کسی عمل کی وجہ سے کسی کو اسلام سے باہر کیا جائے گا جب تک کہ اس سے کسی ایسے قول وفعل کے صدور کا ثبوت شرعی قطعی حاصل نہ ہوجائے جو قول وفعل بدیہی طور پر کفر ہو اور قائل وعامل سے اس سلسلے میں اتمام حجت بھی کر لیا جائے اور وہ کفر وایمان سے آگاہ ہونے کے بعد بھی اپنے کفر قولی وفعلی کا اقراری ہو تو بلاشبہ ایسا شخص شرع کی نظر میں کافر ہوگا ورنہ نہیں۔

---

(۱) سنن أبي داود، باب، علی ما یقاتَل المشرکون؟ (۲۷۹/۴ ت الأرنؤوط)

(۲) ابو داود (۲۵۳۲)، ابو یعلی / مسند (۴۳۱۱)

دین اسلام اللہ تعالی کا پسندیدہ دین ہے جو تمام انسانوں کے لیے ہے اور آخری دین ہے، اس کے بعد کوئی دوسرا دین اور کوئی دوسری شریعت آنے والی نہیں ہے، اس دین و شریعت میں جہاں تمام انبیائے کرام کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ضروری اور لازم ہے وہیں تمام انسانوں کا مناسب حق واحترام باقی رکھا گیا ہے بالخصوص اس دین کے ماننے والوں کی عزت، مال اور جان کی بڑی اہمیت اور حفاظت آئی ہے، ناحق کسی کی جان کو نقصان پہنچانے کی صورت میں جان کا بدلہ جان سے دینا واجب ہے، ایمان کی اہمیت تو جان سے بھی بڑھ کر ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بطور خاص مسلمانوں کو ناحق تکلیف دینے، گالی دینے، قتل کرنے اور کافر و گمراہ کہنے کو ظلم و زیادتی قرار دیا ہے اور ان اعمال پر سخت وعیدوں اور سزاوں کا اعلان کیا ہے۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ. (۱)

”اور جس نے کسی مومن کو لعن طعن کیا یا کافر کہا تو گویا اس نے اس کو قتل کر دیا۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا. (۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے کسی بھائی کو ”اے کافر“ کہا! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔“

اسلام میں کلمہ شہادت کی بہت اہمیت اور عظمت آئی ہے، اتنی کہ اگر کوئی دشمن حالت جنگ میں بھی کلمہ پڑھ لیتا ہے تو اس کی جان بخش ہی نہیں دی جاتی بلکہ کلمہ شہادت کی ادائیگی کے ساتھ ہی اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت واجب ہو جاتی ہے۔ اور آج ہمارے مسلم معاشرے میں اللہ و رسول اور آخرت پر ایمان رکھنے والے، محبت رسول کا اقرار کرنے والے اور قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرنے والے کی بھی جان و ایمان محفوظ نہیں ہے۔ جب کہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) صحیح بخاری، باب: مَا يُنْهَى مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ (۲۲۴۸/۵ ت البغا) (۵۷۰۰)
(۲) صحیح بخاری، باب: من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال (۲۲۶۳/۵ ت البغا) (۵۷۵۲)

مَنْ صَلَّى صَلاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ. (۱)

"جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت ہے۔ لہذا تم اللہ کے ساتھ اس کی دی ہوئی حفاظت میں خیانت نہ کرو۔"

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر ہوا نماز، استقبال قبلہ، اور مسلمانوں کے ذبیحہ کا کھانا، یہ تین کام عام طور پر مسلمان ہی کرتے ہیں۔ اگر کوئی توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے محمد رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں جانتا ہو اور ان مذکورہ اعمال کو انجام دیتا ہو تو اس کو مسلم ہی تسلیم کیا جائے گا، اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے گی۔ اس کے باطن کو جاننے کی کوشش کرنا غیر اسلامی طریقہ بلکہ خدائی کا دعوی کرنے کے مترادف ہوگا۔

مسلمان کی تکفیر و تضلیل کرنا سخت حرام اور عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ کلمہ طیبہ کے اقرار نے جس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو محفوظ کیا تھا، تکفیر نے اس کو غیر محفوظ بنا دیا، ظاہر ہے کہ تکفیر کی وجہ سے کلمہ طیبہ کی عظمت کو پامال اور سماج میں فساد برپا کرنا ہے اور مسلمان کی جان و مال اور عزت کو مباح قرار دینا اور اللہ کی حرام کردہ کو حلال بنانا ہے، جو بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس سلسلے میں حجۃ الوداع کے موقع پر جو اہم خطبہ دیا ہے اس میں فرمایا:

أَيُّ يَوْمٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوا: يَوْمُنَا هَذَا أَوْ يَوْمُ الْحَجِّ الأَكْبَرِ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ وَبَلَدِكُمْ أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ إِلاَّ عَلَى نَفْسِهِ لَا يَجْنِي وَالِدٌ عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ. (۲)

"کون سا دن حرمت کے لحاظ سے سب سے عظیم ہے؟ لوگوں نے کہا: آج کا دن، یا یہ کہا

---

(۱) صحیح بخاری، باب: فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَه (۱/۱۵۳ ت البغا) (۳۸۴)

(۲) بیہقی/سنن کبری، کتاب النفقات (۱۵۹۰۵)

کہ حج اکبر کا دن۔ فرمایا: تمھارا مال، تمھاری عزتیں اور تمھارا خون حرام ہے جیسے یہ شہر اور یہ دن حرمت والا ہے۔ جان لو کہ ہر انسان اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا نہ بیٹا باپ کا بوجھ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کا بوجھ اٹھائے گا۔“

انسان کب مسلمان اور سنی ہوگا اور کب اسلام و سنیت سے باہر ہو جائے گا اس بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے دین اسلام کی ضروریات اور اہل سنت و جماعت کی ضروریات کا علم ہونا بے حد ضروری ہے ہم ذیل میں ان ضروریات کے متعلق گفتگو کریں گے۔

ضروریاتِ دین

ضروریاتِ دین: ان چیزوں کو کہتے ہیں، جن کو تسلیم کرنے کے بعد ہی کوئی انسان مسلمان ہوتا ہے اور جن میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں:

وَلَا یَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنَ الْإِیْمَانِ إِلَّا بِجُحُودِ مَا أَدْخَلَهُ فِیْهِ۔ (۱)

”بندہ ان ہی چیزوں کے انکار کرنے کی وجہ سے ایمان سے باہر ہوتا ہے جن چیزوں کے اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا ہے۔“

جب تک ضروریات دین کو نہ مانے وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر اس کا علم اس کو تفصیلی ہے تو تفصیلی طور پر ماننا ضروری ہوگا اور اگر تفصیلی علم نہیں ہے تو اجمالی طور پر ماننا کافی ہوگا۔ تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کے باوجود اگر کسی نے صرف ایک ضرورتِ دین کا انکار کر دیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

ضروریات دین، در اصل دین کے ان بنیادی اعتقادات کو کہتے ہیں جن کا ثبوت قطعی اور بدیہی طور پر ہو۔ دین کی وہ باتیں جن کا علم ہمیں قطعی اور بدیہی طور پر ہو، وہ ضروریات دین میں داخل ہیں۔ مثلاً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو آخری نبی ہونے کا یقین و ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہوا۔

---

(۱) متن العقیدۃ الطحاویۃ (عقیدہ: ۸۲)

ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسالت، ایمان بالقدر، ایمان بالآخرت یوں ہی نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور کلمہ شہادت کی فرضیت اور زنا وشراب کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے، کیونکہ یہ سب بھی بدیہی اور قطعی ہیں مثلا نماز کے بارے میں کسی بھی مسلمان سے سوال کیجیے، چاہے وہ سال بھر میں ایک وقت کی نماز نہ پڑھتا ہو کہ اسلام میں نماز کی کیا حقیقت ہے؟ تو وہ کہہ دے گا کہ فرض ہے۔

اسی طرح نماز کے لیے وضو کی حقیقت دریافت کرنے پر ہر خواندہ و ناخواندہ، شہری و دیہاتی بتادے گا کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے، تو وضو کی فرضیت ضروریات دین سے ہے، لیکن وضو میں ہاتھ دھونا ہے تو کہنیاں اس میں داخل ہیں یا نہیں؟ مسح کرنا ہے تو پورے سر کا، یا آدھے سر کا، یا چوتھائی کا، یا تہائی کا؟ ان تفصیلات کا شمار ضروریات دین میں نہیں ہے۔ اگر کوئی ان تفصیلات میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو اسے ضروریات دین کا منکر قرار نہیں دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مطلقاً وضو کی فرضیت کا انکار کردے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور جو باتیں دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی قرآن وحدیث میں اجمالاً یا تفصیلاً آئی ہیں، ان کو ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہوگا بشرطے کہ وہ باتیں عام وخاص مسلمانوں کے بیچ بدیہی ہوں۔

ضروریاتِ اہلِ سنت

اس سے نیچے یقین کا ایک اور درجہ ہے جو مسلمانوں کے عوام وخواص کے بیچ یکساں طور پر قطعی کی حیثیت سے بدیہی طور پر ثابت نہیں ہے۔ یہ ضروریات اہل سنت کا درجہ ہے۔ جیسے عذاب قبر، وزن اعمال، قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کے ثبوت کا اعتقاد۔ وغیرہ۔

جس طرح ہر کلمہ گو کے لیے ضروریات دین کو ماننا ضروری ہے، ایسے ہی ہر سنی کے لیے ضروریات اہل سنت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر ان کا انکار کرتا ہے تو وہ سنی نہیں ہے، بدعتی اور گمراہ ہے۔

ضروریات اہل سنت کے علاوہ اہل سنت کے جو دیگر فروعی عقائد ہیں، اگر کوئی ان کا انکار کرتا ہے تو ایسا شخص بھلے خطا کار ہو گا، کبھی گناہگار ہو گا اور کبھی نہیں ہو گا، مگر سنی ضرور رہے گا۔

اب دو طرح کے عقیدے ہمارے سامنے آگیے: اول ایسا عقیدہ جس کے انکار سے آدمی حتماً، یقینا، اجماعاً کافر ہو جاتا ہے جسے ضروریات دین کہتے ہیں۔ دوم ایسا عقیدہ جس کے انکار سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اس کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے۔

سنی مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے لیے بس ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت میں اتفاق ضروری ہے، بقیہ لاکھ اختلافات ہوں ہمیں ان اختلافات کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

جیسے سماع بالمزامیر اور اذانِ ثانی اور اقامت کا مسئلہ، اور یوں ہی تعزیہ داری، قیام میلاد، فاتحہ نیاز، عرس چادر گاگر، اذان قبر وغیرہ۔ اذانِ ثانی میں اتفاق ضرور ہے مگر اذانِ ثانی مسجد کے اندر ہو یا باہر یہ مختلف فیہ فرعی مسئلہ ہے۔ اس کا تعلق نہ تو ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات اہل سنت سے۔ لہذا اگر کوئی اذانِ ثانی مسجد کے اندر دینے کا قائل ہو تو اس کو خارج از سنیت قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اس پر لعن طعن بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اول تو یہ مسائل فروعی ہیں اور دوم اس میں علما کا اختلاف ہے اور مختلف فیہ مسائل میں شرعا نکیر کا کوئی جواز نہیں، اصول ہے:

لَا یُنْکَرُ الْمُخْتَلَفُ فِیهِ وَإِنَّمَا یُنْکَرُ الْمُجْمَعُ عَلَیْهِ۔[1]

"جن مسائل میں علما کا اختلاف ہے اس مسئلے میں نکیر نہیں کی جائے گی البتہ جن مسائل پر علما و ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے اس کے خلاف جانے والے پر نکیر کی جائے گی۔"

اسی طرح میلاد شریف کے بعد یا نبی سلام علیک پڑھنے کا مسئلہ ہے، اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں انکار نہیں کرتا ہے تو اس انکار کی بنیاد پر اسے نہ تو اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی سنیت سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے، ہاں! اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں انکار کرے گا تو انکار کی وجہ سے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

---

(۱) سیوطی/الأشباه والنظائر، قاعدہ:۳۵ (ص:۱۵۸)

آج تو حال یہ ہے کہ فلاں فاتحہ میں نہیں بیٹھا تو سنی نہیں ہے، مزار پر چادر نہیں چڑھایا تو سنی نہیں ہے۔ اگر کوئی بیچارہ ٹرین چھوٹنے کے خوف یا رفع حاجت کی غرض سے بغیر صلوٰۃ و سلام پڑھے محفل سے باہر نکل آیا تو اس کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسے ہی فجر یا جمعہ کی نماز کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہمارے سماج میں ایک دستور ہو گیا ہے۔

اگر موقع و محل کا اعتبار کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کیا جائے تو یہ سعادت کی بات ہے۔ مگر یہ رسوم ایسے لازمی طور پر ہو رہے ہیں کہ اگر کسی کو ٹرین پکڑنی ہو اور وقت نکلا جا رہا ہو یا نماز پڑھتے پڑھتے رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے بیچارہ سلام میں شریک ہوئے بغیر مسجد سے نکل کر چلا گیا تو لوگ اس کی سنیت پر بھی شک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ نہ صرف عام لوگ بلکہ کبیر و عظیم شمار ہونے والے علماء کا بھی یہی حال ہے حالانکہ ان چیزوں کا ضروریات اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہمارے دور کے اکثر علما و مشائخ کے درمیان یہ عام بات ہے کہ کسی نے، کسی سے کچھ اختلاف کیا تو فوراً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہے، اہل سنت کے عقیدے کے برخلاف ہے لیکن کس طرح کے عقیدے میں برخلاف ہے، اس پر کوئی غور نہیں کرتا۔ حد تو یہ ہے کہ دار الافتا میں بیٹھے اکثر مفتیوں کو بھی یہ تمیز نہیں ہے کہ کون مسئلہ کس باب سے تعلق رکھتا ہے۔ میری نظر سے ایک معروف دار الافتا کا فتویٰ گزرا ہے جس میں سماع بالمزامیر اور اقامت کے مسئلے کو بنیاد بنا کر سنیت سے خارج ہونے کا حکم جاری کیا گیا تھا، مفتی کو نہیں معلوم کہ کون سا مسئلہ باب اعتقاد سے ہے اور کون سا مسئلہ باب فقہیات سے ہے۔ اگر ان صاحبان افتا و قضا کو یہ تمیز ہوتی تو دار الافتاء سے ایسے فتاویٰ ہرگز جاری نہیں ہوتے۔

اگر کوئی شخص واقعی ضروریات اہل سنت کے عقیدے کے برخلاف کسی عقیدے کا حامل ہے تو اس کو خارج از سنیت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اسے بھی اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر ضروریات دین کے خلاف ہے تو بھی بلا اتمام حجت محققین و متکلّمین کے مذہب پر اس کی تکفیر

نہیں کی جائے گی۔ہاں اگر ضروریات دین کے خلاف جانے والاضروریات دین کے انکار کا اقراری بھی ہو یا اس کے انکار پر قطعی ثبوت موجود ہو تو فقہاو متکلّمین سب کے نزدیک بلا شبہ وہ کافر قرار دیا جائے گا۔

کفر کی حقیقت

علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) رحمہ اللہ کفر کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

هُوَ إِنْكَارُ مَا عُلِمَ ضَرُورَةً أَنَّهُ مِنْ دِينِ مُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَإِنْكَارِ "وُجُودِ الصَّانِعِ وَنُبُوَّتِهِ" - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - "وَحُرْمَةِ الزِّنَى وَنَحْوِهِ". (۱)

"کفر نام ہے ان چیزوں کے انکار کا جن کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہونا یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہو، جیسے دنیا کے بنانے والے کے وجود کا انکار یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار یا زنا کے حرام ہونے کا انکار یا اس جیسی چیزوں کا انکار۔"

امام ابن شرف نووی (۶۷۶ھ) رحمہ اللہ مسلم شریف کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّهُ لَا يُكَفَّرُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ وَلَا يُكَفَّرُ أَهْلُ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ وَأَنَّ مَنْ جَحَدَ مَا يُعْلَمُ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ ضَرُورَةً حُكِمَ بِرِدَّتِهِ وَكُفْرِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَرِيبَ عَهْدٍ بِالْإِسْلَامِ أَوْ نَشَأَ بِبَادِيَةٍ بَعِيدَةٍ وَنَحْوِهِ مِمَّنْ يَخْفَى عَلَيْهِ فَيُعَرَّفُ ذَلِكَ فَإِنِ اسْتَمَرَّ حُكِمَ بِكُفْرِهِ وَكَذَا حُكْمُ مَنِ استحل الزنى أَوِ الْخَمْرَ أَوِ الْقَتْلَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِي يُعْلَمُ تَحْرِيمُهَا ضَرُورَةً. (۲)

"جان لو کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، اور نہ کسی گمراہ و بدعتی کی تکفیر کرتے ہیں، اور جس کسی نے ایسی چیزوں کا انکار کیا جن کا دین اسلام کی بنیاد اور اساس سے ہونا بداہتاً معلوم ہو تو اس پر ارتداد اور کفر کا حکم لگایا جائے گا، اور اگر انکار کرنے والا اسلام میں نیا نیا داخل ہوا ہو یا کسی دور دراز جنگل و بیابان میں پیدا ہوا ہو اور

(۱) المنثور فی القواعد الفقہیہ (۳/۸۴)

(۲) شرح النووي علی مسلم، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان باثبات قدر اللہ سبحانہ وتعالی، (۱/۱۵۰)

پلا بڑھا ہو یا اس جیسا کوئی ہو جس پر اسلام کی بنیادی چیزوں کا علم واضح نہ ہو تو پہلے اس کو ان بنیادی چیزوں سے متعارف کرایا جائے گا اور اگر اس کے بعد بھی وہ اس کے انکار پر مصر رہا تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح سے ان پر بھی کفر کا حکم لگایا جائے گا جنہوں نے زنا، شراب، قتل یا اس جیسی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانے جن کی حرمت کا علم بدیہی ہے۔"

امام محی السنہ ابو محمد حسین بغوی شافعی (۵۱۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ لَا يُكَفِّرُ أَهْلَ الأَهْوَاءِ الَّذِينَ تَأَوَّلُوا فَأَخْطَئُوا، وَيُجِيزُ شَهَادَتَهُمْ مَالَمْ يَبْلُغْ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ فِي مَذْهَبِهِ أَنْ يُكَفِّرَ الصَّحَابَةَ. (۱)

"ابو سلیمان خطابی تاویل کرنے میں خطا کرنے والے اہل بدعت و گمراہوں کی تکفیر نہیں کرتے تھے اور خوارج و روافض کی جرأت جب تک صحابہ کرام کی تکفیر تک نہیں پہنچ جاتی ان کی شہادت کو قبول کرتے تھے۔"

یاد رکھیں! جو چیز تواتراً ثابت ہو اور بدیہی ہو جائے اسے ضروریات دین کہتے ہیں۔ نماز کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہے لیکن زید و بکر نے واقعی نماز کی فرضیت کا انکار کیا ہے، اس کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا ثبوت بھی شرعی شہادت یا تواتر سے ہونا چاہئے تب جا کر کہیں تکفیر کی جا سکے گی۔

آج اگر کوئی شخص مفتی کے پاس آکر کسی معاملہ پر فتویٰ پوچھے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ بس استفتا آتے ہی قلم اٹھا کر ایک طرف سے کافر کہنا شروع کر دیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ انہیں دارالافتا میں کافر بنانے ہی کے لیے بٹھایا گیا ہے۔

امام ابو حامد محمد غزالی طوسی (۵۰۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فإن استباحة الدماء والأموال من المصلين إلى القبلة المصرحين بقول لا إله إلا الله محمد رسول الله خطأ، والخطأ في ترك ألف كافر في الحياة أهون من الخطأ في سفك محجمة من دم مسلم. (۲)

---

(۱) شرح السنہ للبغوی، باب مجانبہ اهل الاهواء، (۱/۲۲۸)/ناصر بن علی/عقیدۃ اہل السنۃ فی الصحابۃ (۳/۱۱۲۳)

(۲) غزالی/الاقتصاد فی الاعتقاد، بیان من یجب تکفیرہ من الفرق، (۱/۱۳۵)

"کلمہ شہادت پڑھ کر جس نے اہل قبلہ ہونے کی صراحت کردی ایسے اہل قبلہ نمازیوں کی تکفیر کر کے ان کے مال اور جان کو مباح قرار دینا سخت خطا ہے اور ہزار کافر کو قتل نہ کرنے کا جرم ایک مسلمان کو قتل کرنے کے جرم کے بنسبت بہت معمولی ہے۔"

علم التاویل کی ضرورت واہمیت

کہا جاتا ہے کہ علم التاویل علم کا حسن ہے، جو تاویل کرنا نہیں جانتا وہ سماج کے لیے مفید عالم نہیں ہوسکتا، بلکہ حق یہ ہے کہ علم التاویل سے جو محروم ہے وہ حقیقت میں عالم دین اور عالم باللہ نہیں۔

مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں تاویل کا جاننا بھی بہت ضروری ہے، جب تک کلام میں تاویل کا امکان باقی ہوگا، کسی مسلمان کی تکفیر کی جائے گی نہ تضلیل۔ کسی قول کا صرف کفری ہوجانا تکفیر کے لیے کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ اور بھی چیزیں دیکھنی پڑتی ہیں، یہ تمام چیزیں جب تک سامنے نہ ہوں تب تک تکفیر نہیں ہوگی۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قول بظاہر کفری ہوتا ہے مگر اس میں دیگر معانی کے احتمالات ہوتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا یُفْتَی بِکُفْرِ مُسْلِمٍ أَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِهِ عَلَى مَحْمَلٍ حَسَنٍ أَوْ کَانَ فِي کُفْرِهِ خِلَافٌ، وَلَوْ کَانَ ذٰلِکَ رِوَایَةً ضَعِیفَةً۔ [۱]

"کسی مسلمان کے کافر ہونے کا فتوی اس وقت تک نہیں دیا جائے گا جب تک اس کے قول میں اچھے معنی کا احتمال باقی ہو یا اس کے قول کے کفری ہونے میں اختلاف ہو اگرچہ یہ اختلاف کسی کمزور روایت ہی کی بنیاد پر ہو۔"

حضرت اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین کروائی۔ مورخین کے مطابق اس زمانے کے چالیس جید علمائے کرام کی ٹیم نے مل کر کام کیا اور اسے شائع

---

(۱) فتاویٰ شامی = ردالمحتار، باب المرتد (۴/۲۲۴)

کروایا۔ فتاویٰ عالمگیری کی ''کتاب الردۃ'' میں ان چالیس علمائے کرام نے متفقہ طور پر ایسے الفاظ تحریر کیئے ہیں جن کے کہنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے بہت سے کلمات ایسے ہیں جن کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ ہندیہ کے متعدّد اقوال کفریہ پر حاشیہ تحریر کرتے ہوئے اس طرح کی بات لکھی ہے:

قولہ: (لو قال: ھذا فقد کفر): اقول: و الحق لا.(۱)

''مصنف کا کہنا ہے: کہ اگر کسی نے ایسا کہا تو اس نے کفر کیا اور میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ اس نے کفر نہیں کیا''

اور کہیں یوں تحریر کیا ہے:

قولہ: (فھذا کفر عند بعضھم و ھو الأصح): قلت: و الحق لا.(۲)

اس طرح کے متعدّد مقامات ہیں جہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ تحریر فرمایا اور جن باتوں کو ان علمانے کفری قرار دیا تھا، ان میں کئی معنی نکالے اور فرمایا: ہاں! یہ معنی کفری ہے، اگر کسی نے یہی معنی مراد لیے تو کافر ہو گا اور اگر دوسرا یا تیسرا معنی مراد لیا تو کافر نہ ہو گا۔ پتا چلا کہ کسی کو کافر کہنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے، اور جہاں تک ممکن ہو تاویل کی کوشش کرنی چاہیے، محققین نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مسلمان کا کوئی قول ایسا ہو جس کے ۹۹ معنی کفر پر مشتمل ہوں اور ایک معنی اسلام کا پتہ دے رہا ہو تو ایک معنی کا اعتبار کیا جائے گا اور حق کو مغلوب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

کلمہ گو کی تکفیر میں احتیاط کے سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا رویہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ (۱۵۰ھ) حتی الامکان کلمہ گو کی تکفیر سے احتراز کرتے تھے، آپ کا مسلک اور رویہ یہ تھا کہ اگر کسی مسلمان کے کسی قول میں کفر کی متعدّد پہلو ہوتے اور صرف ایک پہلو ایمان کا ہوتا تو دیگر تمام پہلوؤں پر ایمان کے پہلو کو ترجیح دیتے اور ہر ممکن حد تک اہل اسلام اور اہل توحید کے قول و فعل کی تاویل فرماتے:

---

(۱) مولانا احمد رضا/ التعلیقات الرضویہ علی الفتاوی الھندیہ۔ (۴۵)
(۲) مولانا احمد رضا/ التعلیقات الرضویہ علی الفتاوی الھندیہ۔ (۴۷)

معروف عالم و محقق اور سیرت نگار، صاحب ’’عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان‘‘ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف دمشقی شافعی (۹۴۲ھ) رحمہ اللہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں امام اعظم قدس سرہ کا ایک واقعہ یوں نقل کیا ہے:

روى القاضي أبو عبدالله الصميري عن زائدة، وأبو المؤيد الخوارزمي عن محمد بن قاتل: قالا:

إن رجلا قصد أبا حنيفة فقال: ماتقول في رجل لا يرجو الجنة، ولا يخاف من النار، ولا يخاف الله تعالى، ويأكل الميتة، ويصلى بلا ركوع ولا سجود، ويشهد بما لا يرى، ويبغض الحق، ويحب الفتنة، ويفر من الرحمة، ويصدق اليهود، والنصارىٰ؟ فقال له أبو حنيفة۔ وكان يعرفه شديد البغض له: يافلان، سألتني عن هذه المسائل ولک بها علم؟ فقال الرجل: لا ولكن لم أجد شيئا هو أشنع من هذا فسألتک عنه، فقال أبو حنيفة لأصحابه: ماتقولون في هذا الرجل؟ قالوا اشر رجل هذه صفة كافر، فتبسم أبو حنيفة وقال: لأصحابه: هو من أولياء الله تعالى حقا، ثم قال للرجل: إن أنا أخبرتک أنه من أولياء الله تعالى، تكف عن شر لسانک ولاتملى علىٰ الحفظة مايضرک؟ قال: نعم، قال: أما قولک: لا يرجو الجنة ولا يخاف من النار، فانه يرجو رب الجنة، ويخاف رب النار، . قولک: لا يخاف الله، فإنه لا يخاف الله تعالىٰ أن يجور عليه فى عدله، ولسلطانه، قال الله تعالىٰ: [وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّٰمٍ لِّلۡعَبِيدِ]، وقولک: يأكل الميتة، فهو أكل السمک، قولک: يصلى بلا ركوع ولا سجود أراد صلاة الجنازة، وفى رواية: أراد الصلاة على النبي على عليه وسلم، وقولک: يشهد بما لم يره، فهو شهادة أن لا اله إلا الله، وأن محمد عبده ورسوله، وقولک: يبغض الحق، فهو يحب البقاء حتى يطيع الله تعالىٰ - ويبغض الموت وهو الحق، قال الله تعالىٰ: {وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ ٱلۡمَوۡتِ بِٱلۡحَقِّ} وقولک: يحب الفتنة، أراد أنه يحب المال والولد، قال الله تعالىٰ: إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٞ} وقولک: يفر من الرحمة: أراد أنه يفر من المطر، وقولک: يصدق اليهود والنصاري، أراد قول الله تعالي

عنهم { وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ لَيْسَتِ ٱلنَّصَـٰرَىٰ عَلَىٰ شَىْءٍ وَقَالَتِ ٱلنَّصَـٰرَىٰ لَيْسَتِ ٱلْيَهُودُ عَلَىٰ شَىْءٍ } فقام الرجل وقبل رأسه، وقال: أشهد أنک علی الحق.[۱]

''ایک شخص امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس کے باوجود وہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا، جہنم سے نہیں ڈرتا، اللہ کا خوف نہیں رکھتا، مردہ کھاتا ہے، بلا رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہے، اس چیز کی شہادت دیتا ہے جسے اس نے دیکھا تک نہیں، حق بات کو ناپسند کرتا ہے، فتنے کو محبوب رکھتا ہے، رحمت خداوندی سے دور بھاگتا ہے اور یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جس شخص نے یہ سوال کیا تھا، اس کے بارے میں امام صاحب جانتے تھے کہ وہ آپ سے بغض رکھتا ہے، امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ان سوالات کے جوابات جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں؛ لیکن اس سے بری باتیں میرے علم میں اور کوئی نہیں ہو سکتی، اسی لیے میں نے آپ سے سوال کیا ہے۔ پھر امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ان سب نے کہا: یہ بد ترین شخص ہے اور یہ اس کے کافرانہ صفات ہیں۔ اس پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تبسم فرمایا اور کہا: میرے نزدیک وہ شخص یقیناً اولیاء اللہ میں سے ہے، پھر سائل سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تم کو بتایا کہ وہ شخص اللہ کا ولی ہے لہذا تم اپنی زبان کے شر سے اس کو امان میں رکھو اور اس پر لعن طعن کر کے اپنے نامہ اعمال میں گناہ جمع نہ کرو۔ سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا: سنو! تمھارا یہ کہنا کہ وہ جنت کی آرزو نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص جنت کے مالک کی آرزو رکھتا ہے اور جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے۔ تمھارا یہ کہنا کہ وہ اللہ سے خوف نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اللہ کے ظلم کا کوئی خوف نہیں رکھتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ عدل فرمانے والا ہے ذرہ برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّـٰمٍ لِّلْعَبِيدِ (تیرا رب بندوں

---

(۱) محمد بن یوسف شافعی/ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان۔ الباب السادس عشر (۲۴۶)

پر بالکل بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے)۔ تمھارا یہ کہنا کہ وہ مردار کھاتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ مچھلی کھاتا ہے۔ تمھارہ یہ کہنا کہ بلا رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے، ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ یہاں صلاۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے۔ تمھارا یہ کہنا کہ وہ بغیر دیکھے ہوئے گواہی دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے ۔ تمھارا یہ کہنا کہ حق کو ناپسند کرتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص زندگی کو پسند کرتا ہے؛ تاکہ اللہ کی خوب اطاعت کر سکے اور موت کو ناپسند کرتا ہے؛ جبکہ موت حق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (اور موت کی غشی حق کے ساتھ آپہنچی)۔ تمھارا یہ کہنا کہ فتنہ کو پسند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَة، (بے شک تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہیں)۔ تمھارا یہ کہنا کہ رحمت سے بھاگتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ بارش سے بھاگتا ہے اور تمھارا یہ کہنا کہ یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہے تو وہ یہود کے اس قول: لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ اور نصاریٰ کے قول: لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ کی تصدیق کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ بے شک آپ نے حق فرمایا، میں اس کی گواہی دیتا ہوں ۔“

اس مضبوط روایت کی بنیاد پر اب میں کہہ سکتا ہوں کہ تاویل کا فن صرف علم اور علما کا ہی کا حسن نہیں ہے بلکہ یہ تو حنفیت و سنیت اور اسلام کا بھی حسن ہے، جن کو حسن تاویل نہیں معلوم ان کو حسن حنفیت و سنیت کی کیا خبر؟ کہا جاتا ہے کہ جن کو ذوق سماع نہیں وہ غبی الدماغ ہیں اور میں کہتا ہوں کہ جن کو علم التاویل نہیں معلوم اور حسن تاویل کا ذوق نہیں وہ غبی القلوب والاذہان ہیں، ایسے لوگ کسی بھی حال میں مسند افتاء و قضا کے اہل نہیں اور نہ ہی شیخ و مربی بننے کے لائق ہیں۔ کیوں کہ فقہ و فتاویٰ میں اگر ذکاوت و فطانت کا ملکہ اور حسن تاویل کا ہنر مطلوب ہے تو تربیت نفوس میں اس سے بھی بڑھ کر صفت ستاریت کا مظہر کامل و اکمل ہونا لازم و ضروری ہے۔

مسلمان کو کافر کہنے کا وبال

کسی بھی مسلمان پر بغیر کسی شرعی دلیل کے کافر ہونے کا حکم لگانا، سخت گناہ اور حرام ہے اور ایسے شخص کے ایمان کے لیے بھی خطرناک ہے، اس سے آدمی کا اپنا دین وایمان سلامت نہیں رہتا، لہذا دوسرے مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے والے شخص کو اپنے دین وایمان کی فکر کرنی چاہیے اور فوراتائب ہوناچاہیے۔

کسی مسلمان کو کافر یا کافر کو مسلمان کہنا دونوں نہایت ہی سخت معاملہ ہے۔ قرآن کریم نے دونوں صورتوں پر شدید نکیر فرمائی ہے، مسلمان کو کافر کہنے کے متعلق ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنۡ أَلۡقَىٰٓ إِلَيۡكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنٗا [النساء:۹۴]

”اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں قتال کے لیے نکلو تو دوست و دشمن میں تمیز کرو اور جو تمھاری طرف سلام میں پہل کرے اسے فوراً نہ کہہ دو کہ تُو مومن نہیں ہے۔“

”السلام علیکم“ کا لفظ مسلمانوں کے لیے شعار اور علامت کی حیثیت رکھتا ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیکھ کر یہ لفظ اس معنی میں استعمال کرتا ہے کہ میں تمھارے ہی گروہ کا آدمی ہوں، دوست اور خیر خواہ ہوں، میرے پاس تمھارے لیے سلامتی وعافیت کے سوا کچھ نہیں ہے، لہٰذا نہ تم مجھ سے دُشمنی کرو اور نہ میری طرف سے عداوت اور ضرر کا اندیشہ رکھو۔

مسلمان جب کسی دشمن گروہ پر حملہ کرتے اور وہاں کوئی مسلمان اس لپیٹ میں آجاتا تو وہ حملہ آور مسلمانوں کو یہ بتانے کے لیے کہ وہ بھی ان کا دینی بھائی ہے ”السّلام علیکم“ یا ”لا الٰہ الا اللہ“ پکارتا تھا، مگر بعض اوقات ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو اس پر یہ شبہہ ہوا کہ یہ کوئی حربی کافر ہے جو محض جان بچانے کے لیے حیلہ کر رہا ہے، اس لیے اسے قتل کر دیا اور اس کے مال واسباب کو غنیمت کے طور پر لے لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر نہایت سختی کے ساتھ سرزنش فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی اس سلسلے میں مذکورہ بالا ارشاد نازل فرمایا۔

آیت کا منشا یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اس کے متعلق تمہیں فوری طور پر یہ فیصلہ کر دینے کا حق نہیں ہے کہ وہ محض جان بچانے کے لیے جھوٹ بو ل رہا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور ہو سکتا ہے کہ جھوٹا ہو۔ حقیقت تو تحقیق کرنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ تحقیق کے بغیر چھوڑ دینے میں اگر یہ امکان ہے کہ ایک حربی کافر جھوٹ بول کر جان بچالے جائے، تو قتل کر دینے میں اس کا امکان بھی ہے کہ ایک مومن بے گناہ تمھارے ہاتھ سے مارا جائے ۔ اور بہر حال تمھارا ایک حربی کافر کو چھوڑ دینے میں غلطی کرنا اس سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے کہ تم ایک مومن کو غلطی سے قتل کر ڈالو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا اسلام ظاہر کرے تو جب تک اس کے کفر کی پوری تحقیق نہ ہو جائے اس کو کافر کہنا ناجائز اور وبال عظیم ہے، مسلمان پر بہتان باندھنے یا اس پر بے بنیاد الزامات لگانے پر مزید بڑی وعیدیں آئی ہیں، اِس لیے اِس عمل سے علمائے کرام چاہے صغیر ہوں یا کبیر، شیخ الحدیث ہوں یا شیخ القرآن سب کو باز آنا چاہیے اور جس پر تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگنی چاہیے؛ تاکہ آخرت میں گرفت نہ ہو۔

اگر کوئی خود کفر کا اعتراف نہ کرے یا اس کے کفر پر کوئی قطعی دلیل نہ ہو یا اس کے قول و فعل میں شرعًا تاویل کا احتمال ہو تو کسی کے لیے محض گمان یا اس کے کسی مبہم جملے کی بنا پر شریعت اسلامیہ میں کافر کہنا جائز نہیں، تو الزام اور بہتان اور کذب و افترا پردازی کر کے کسی مسلمان بلکہ کسی داعی و مبلغ اسلام، صالح و مصلح انسان پر فتوی لگانا بھلا کیسے درست ہو سکتا ہے ! ایسے جری علما و مشائخ اور مفتیان کرام کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ اللہ ہی ہادی ہے اور وہی منتقم حقیقی بھی۔

اگر کوئی شخص صحیح العقیدہ ہو، تمام عقائد کا زبان سے بھی اقرار کرتا ہو اور دل سے بھی اِن کو تسلیم کرتا ہو، اس کے علاوہ بھی دین کی تمام ضروریات کا اقرار کرتا ہو تو ایسا شخص مسلمان ہے اور بلا کسی دلیل ایسے آدمی کو غیر مسلم کہنا سخت گناہ اور حرام ہے بلکہ کفر ہے۔

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو گالی کے طور پر کافر کہے تو اس سے کہنے والا کافر تو

نہیں ہوگا، البتہ یہ کبیرہ گناہ اور حرام ہوگا۔ اور اگر ایسے مسلمان کو کافر سمجھ کر کافر کہا جس میں کفر کی کوئی بات نہ پائی جاتی ہو تو کہنے والا خود ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ. فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا. إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ. وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ. (۱)

"جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا۔"

یعنی یا تو واقعی وہ شخص کافر ہوگا جسے کافر کہا گیا ہے، اور اگر وہ کافر نہیں ہے اور کسی نے بلا ثبوت اسے کافر کہہ دیا ہے تو کہنے والا خود کافر ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو باقاعدہ طور پر دوسروں کو کافر، فاسق وغیرہ کہنے سے منع فرمایا ہے، آپ کا ارشاد ہے:

لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ، وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يكن صاحبه كذلك. (۲)

"کوئی شخص کسی دوسرے پر فاسق ہونے کی تہمت نہ لگائے اور نہ ہی کافر ہونے کی۔ اس لیے کہ یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ کر آتی ہے اگر جس پر تہمت لگائی گئی ہے اس کے اندر وہ عیب نہیں ہے۔"

لوگ بلا سوچے سمجھے یا یوں کہنا چاہیے کہ بلا خوف وخطر اور بے جا جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کے بارے میں فتوے جڑ دیتے ہیں کہ ہم تو فلاں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس کی فلاں فلاں کمزوری کی وجہ سے ہمیں اس کے ایمان پر یقین نہیں ہے وغیرہ لیکن وہ یہ بات نہیں سمجھتے کہ جس بات کو معمولی خیال کر کے وہ اپنے منہ سے نکال رہے ہیں وہ کس قدر خوفناک نتائج کی حامل ہے اور انہیں کتنے بڑے گناہ کا مرتکب بنا رہی ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم: یا کافر (۶۰)

(۲) صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن السباب (۵۶۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ.(۱)

”جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اَلْبُهْتَانُ عَلَى الْبَرِيءِ اَثْقَلُ مِنَ السَّمٰوٰتِ.(۲)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بے قصور پر بہتان لگانا آسمان سے زیادہ بھاری ہے۔“

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى أَنَّهُ إِنْ أَرَادَ الشَّتْمَ وَلَا يَعْتَقِدُهُ كُفْرًا لَا يَكْفُرُ وَإِنْ اعْتَقَدَهُ كُفْرًا فَخَاطَبَهُ بِهَذَا بِنَاءً عَلَى اعْتِقَادِهِ أَنَّهُ كَافِرٌ يَكْفُرُ، لِأَنَّهُ لَمَّا اعْتَقَدَ الْمُسْلِمَ كَافِرًا فَقَدْ اعْتَقَدَ دِينَ الْإِسْلَامِ كُفْرًا.(۳)

”فتوی کے لیے مختار یہ ہے کہ اگر کسی کو کافر کہا اور اس جملے سے اس کا مقصود محض سب وشتم ہے اور وہ حقیقت میں اسے کافر نہیں سمجھتا تو کہنے والا کافر نہیں ہوگا اور اگر کسی مسلم کو کافر مان کر کافر کہا تو وہ خود کافر ہو جائے گا کیوں کہ جب کسی مسلمان کو کافر جانا تو اس نے گویا دین اسلام کو کفر جانا۔“

یعنی اگر کسی نے کسی کو کافر کہا، تو اگر کہنے والے کی بات واقعتاً سچ ہو تو دوسرا کافر ہے، اور اگر کہنے والے نے جھوٹ کہا اور بطور گالی کہا تو یہ سخت حرام ہے، اور اگر کافر ہی جان کر کہا اور سامنے والا کافر نہیں تھا تو مؤمن کو کافر کہنے والے کا کفر کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گا، کیوں کہ اس نے صرف ایک مسلم کو کافر نہیں کہا بلکہ در حقیقت اس نے دین اسلام کو کفر جانا جو خود عظیم کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

---

(۱) سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیاء (۳۶۵۷)

(۲) حکیم ترمذی/نوادر الاصول، اصل: ۳۲ (۱/۱۹۳)

(۳) فتاویٰ شامی = رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر (۴/۶۹)

وَلَوْ قَالَ لِمُسْلِمٍ أَجْنَبِيٍّ: يَا كَافِرُ، أَوْ لِأَجْنَبِيَّةٍ يَا كَافِرَةُ، وَلَمْ يَقُلِ الْمُخَاطَبُ شَيْئًا، أَوْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا كَافِرَةُ، وَلَمْ تَقُلِ الْمَرْأَةُ شَيْئًا، أَوْ قَالَتِ الْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا يَا كَافِرُ وَلَمْ يَقُلِ الزَّوْجُ شَيْئًا، كَانَ الْفَقِيهُ أَبُو بَكْرٍ الْأَعْمَشُ الْبَلْخِيّ يَقُولُ يَكْفُرُ هَذَا الْقَائِلُ وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ مَشَايِخِ بَلْخٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى: لَا يَكْفُرُ وَالْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى فِي جِنْسِ هَذِهِ الْمَسَائِلِ أَنَّ الْقَائِلَ بِمِثْلِ هَذِهِ الْمَقَالَاتِ إِنْ كَانَ أَرَادَ الشَّتْمَ وَلَا يَعْتَقِدُهُ كَافِرًا لَا يَكْفُرُ، وَإِنْ كَانَ يَعْتَقِدُهُ كَافِرًا فَخَاطَبَهُ بِهَذَا بِنَاءً عَلَى اعْتِقَادِهِ أَنَّهُ كَافِرٌ يَكْفُرُ كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ. (۱)

"اگر کسی شخص نے کسی اجنبی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا یا کسی اجنبیہ مسلم خاتون کو کافرہ کہہ کر پکارا اور جواب میں اس نے کچھ نہ کہا، یا کسی نے اپنی بیوی کو کافرہ کہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا، یا بیوی نے شوہر کو کافر کہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو فقیہ ابو بکر اعمش بلخی کا قول ہے کہ ایسا کہنے والا کافر ہے اور دوسرے مشائخ بلخ نے فرمایا ہے کہ کافر نہیں ہو گا بلکہ اس طرح کے مسائل میں فتوی کے لیے مختار یہ ہے کہ قائل نے اگر گالی دینے کے لیے ایسا جملہ کہا اور اسے وہ کافر نہیں سمجھتا تو قائل کافر نہیں ہو گا، اور اگر کافر جان کر اسے کافر کہا تو کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔"

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإن التكفير فيه خطر، والسكوت لا خطر فيه. (۲)

"بے شک تکفیر میں خطرہ ہے، سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

کسی مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام اور بڑا گناہ ہے بلکہ بعض صورتوں میں خود کو کافر بنانا ہے ،اسی وجہ سے علمائے اسلام نے تکفیر میں جلد بازی سے منع کیا ہے کیونکہ اسلامی قانون کے مطابق جب کسی کی تکفیر ہو جاتی ہے تو اب اس کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو غیر محفوظ ہو جاتی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تکفیر کرنے میں خطرہ ہے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن افسوس کہ ہمارے زمانے کے اکثر علما کی مسلک اور شخصیت پرستی میں شدت اس حد تک بڑھ چکی

---

(۱) الفتاوی العالمکیریۃ = الفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین (۲/۲۷۸)
(۲) فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ (۱۲۸)

ہے کہ اب سکوت میں بھی خطرہ ہے، بات بات میں کافر بنانا اور پھر من شک فی کفرہ وعذابہ کا وظیفہ جاری فرما کر اہل سکوت کا بھی چین وسکون غارت کرنا عام بات ہو چکی ہے، اگر امام غزالی علیہ الرحمہ آج ہمارے دور میں ہوتے تو اس مذکورہ جملہ کی جگہ مزید کچھ اور تحریر فرماتے۔

امام غزالی رحمہ اللہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

الخطأ في ترک ألف کافر في الحیاۃ أهون من الخطأ في سفک محجمۃ من دم مسلم.[1]

"ایک ہزار کافر کو غلطی سے زندہ چھوڑ دینا، ایک مسلمان کو غلطی سے قتل کر دینے کے بالمقابل ایک معمولی جرم ہے۔"

ہمارے دور کے علما و مشائخ شمار کیے جانے والے اکثر حضرات کو کافر بنانا اتنا مرغوب ہے کہ وہ خود تو آپس میں کافر کافر کا کھیل کھیلتے ہی ہیں ساتھ میں کسی کے کفر سے سکوت کرنے والے کی بھی تکفیر کر دیتے ہیں اور سکوت کرنے والے کے خلاف ہر طرح کے بے بنیاد الزامات لگا دیتے ہیں اور ملک میں گھوم گھوم کر غریب عوام سے لاکھوں لاکھ روپے چندہ لے کر جلسے کا انعقاد صرف عوام اہل سنت کو یہ بتانے کے لیے کرتے ہیں کہ فلاں شخص، فلاں کی تکفیر نہیں کرتا اس لیے ہم تکفیری لوگ ان کا اور ان کے متعلقین کو کافر کہتے ہیں اور ان کا بائی کاٹ کرتے ہیں اور جلسہ ختم ہوتے ہی عوام اہل سنت دو اور دو سے زائد حصوں میں بٹ جاتے ہیں اور نفرت وتشدد کا اور مسجد اور مدرسے کے بٹوارے کا سلسلہ سالہا سال جاری رہتا ہے اور عوام اہل سنت کی اور ان کی نئی نسل کی تعلیم وتربیت کی فکر کرنے والا دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا ہے اور نہ ان کا کوئی پرسان حال ہوتا ہے۔

کسی مسلمان کو جہنمی یا جنتی کہنے کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

ہمارے دور کے اکثر علما و مشائخ اور خطبا و واعظین کی یہ عام روش ہو گئی ہے کہ جب وہ کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس کو جنتی بنا دیتے ہیں، اکثر جلسے کے اسٹیجوں سے سنی جنتی بھائیوں جیسے

---

(۱) الاقتصاد فی الاعتقاد (۱۳۵/۱)

الفاظ کے ساتھ عوام سامعین وحاضرین کو پکارا جاتا ہے، یوں ہی جب یہ حضرات کسی سے دشمنی و عداوت پر آتے ہیں تو قطعی وحتمی محروم اور دائمی جہنمی ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں بلکہ ایسا جہنمی بتاتے ہیں کہ اگر کسی نے دھوکے سے بھی اس کے جہنمی ہونے میں شک کیا تو وہ بھی ان فقیہان حرم کے نزدیک دائمی جہنمی ہوجاتا ہے۔ایسے ماحول میں ہمیں یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اس سلسلے میں اللہ ورسول کی تعلیمات کیا ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کسی صحابی نے دوسرے شخص کے بارے میں یقینی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کی بات کی یا اس کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر روک لگایا اور فرمایا کہ تم جس کا یقینی علم نہیں رکھتے اس پر یقین سے کچھ بھی کیسے کہہ سکتے ہو۔

ہم ذیل میں اس طرح کی چند احادیث نقل کرتے ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مسلمان کو مسلمان ہی کہے، ایسا نہ ہو کہ محبت میں جنتی بنادے اور نفرت و عداوت میں منافق اور کافر قرار دے دے ،یہ اسلام کے اصول کے خلاف اور معاشرے کے امن وامان کو برباد کرنے کے مترادف ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ، امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ، بَايَعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمُ اقْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً، قَالَتْ: فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ وَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا، فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ غُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ، دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْکَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْکَ لَقَدْ أَكْرَمَکَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا يُدْرِيکَ أَنَّ اللهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا هُوَ فَوَاللهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ، وَوَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِي، فَقَالَتْ: وَاللهِ لَا أُزَكِّي بَعْدَهُ أَحَدًا أَبَدًا. (۱)

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب رؤیا النساء (۷۰۰۳)

”حضرت ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہیں خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی‘ انہیں ام علاء نے جو ایک انصاری عورت تھیں اور جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی خبر دی کہ انصار نے مہاجرین کے ساتھ سلسلہ اخوت قائم کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو ہمارا قرعہ عثمان بن مظعون کے نام نکلا۔ پھر ہم نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد انہیں ایک بیماری ہوگئی جس میں ان کی وفات ہوگئی۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو انہیں غسل دیا گیا اور ان کے اپنے کپڑوں کا کفن دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا ابوالسائب (عثمان) تم پر اللہ کی رحمت ہو، تمھارے متعلق میری گواہی ہے کہ تمہیں اللہ نے عزت بخشی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے انہیں عزت بخشی ہے؟ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! پھر اللہ کسے عزت بخشے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جہاں تک ان کا تعلق ہے تو یقینی چیز (موت) ان پر آچکی ہے اور اللہ کی قسم میں بھی ان کے لیے بھلائی کی امید رکھتا ہوں اور اللہ کی قسم میں رسول اللہ ہونے کے باوجود حتمی طور پر نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ام علا نے اس کے بعد کہا کہ اللہ کی قسم اس کے بعد میں کبھی کسی کو بھی قطعیت کے ساتھ جنتی نہیں کہوں گی“

عَنْ بْن سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ مُسْلِمًا؟ قَالَ: فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ مُسْلِمًا؟ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ۔ (۱)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تالف قلب من یخاف علی ایمانہ لضعفہ والنہی عن القطع بالایمان من غیر دلیل قاطع (۱۵۰)

”عامر بن سعد ابن ابی وقاص اپنے والد حضرت سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال عطا فرمایا اور حضرت سعد بھی ان کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ ایسے لوگوں کو مال عطا نہیں فرمایا جو میرے نزدیک زیادہ مستحق تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو عطا نہیں فرمایا اللہ کی قسم میں تو اسے یقینا مومن سمجھتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن سمجھتے ہو یا مسلم؟[1] حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر مجھے وہی خیال غالب آنے لگا جو میں اس کے بارے میں جانتا تھا میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں آدمی کو کیوں عطا نہیں فرمایا اللہ کی قسم میں اس کو مومن جانتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن جانتے ہو یا مسلم؟ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں پھر کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ پر وہی خیال غالب آنے لگا جس کے بارے میں میں آگاہ تھا میں نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فلاں آدمی کو مال عطا نہیں فرمایا اللہ کی قسم میں اس کو مومن ہی جانتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جانتے ہو یا مسلم؟ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک آدمی کو دے دیتا ہوں حالانکہ دوسرا آدمی مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور میں صرف اس ڈر سے اسے دیتا ہوں کہ کہیں وہ (کفر کر کے) منہ کے بل جہنم میں نہ گرا دیا جائے“

ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے جس پر انسان مطلع نہیں ہوتا جب کہ اسلام کا تعلق اعضاو جوارح سے ہوتا ہے جو انسان کو دکھائی دیتا ہے، اس حدیث میں جب حضرت سعد نے کسی کے ایمان کے بارے میں حلفیہ گواہی دی تو اللہ کے رسول نے فرمایا کہ ایمان یا اسلام؟ معلوم ہوا کہ تم کسی کے اسلام کی گواہی دے سکتے ہو لیکن ایمان کی گواہی کیسے دے سکتے ہو جب کہ تم کسی کے دل کی باتوں سے واقف نہیں۔

---

(۱) مومن وہ ہے جس کا قلب اللہ و رسول پر یقین کے نور سے روشن ہو لیکن اس کیفیت کو کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ اور مسلم وہ ہے جس کا ظاہر اتباع شرع سے روشن ہو اور یہ چیز نظر آتی ہے۔

یہ دونوں حدیثیں محبت میں جنتی بنانے والے اور غلو کرنے والے کے لیے اعتدال کی تعلیم فراہم کررہی ہیں۔اب ذیل میں نفرت اور عداوت میں غلو کرنے والے اور فاسق و فاجر اور کافر بنانے والے کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پیش کی جارہی ہے:

عَنْ انس بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْک ،قَالَ: أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْئِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي فَتُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ: فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَحَدَّثُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوا عُظْمَ ذٰلِک وَكُبْرَهُ إِلَى مَالِکِ بْنِ دُخْشُمٍ، قَالُوا وَدُّوا أَنَّهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَک وَوَدُّوا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَرٌّ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَقَالَ: أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ قَالُوا :إِنَّهُ يَقُولُ ذٰلِک وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ، قَالَ: لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَيَدْخُلَ النَّارَ أَوْ تَطْعَمَهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هٰذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِي اكْتُبْهُ فَكَتَبَه.[1]

”حضرت عتبان فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں کچھ خرابی ہوگئی تھی اس لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میری یہ خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لاکر نماز پڑھیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنی نماز کے لیے خاص کرلوں کیونکہ میں مسجد میں حاضری سے معذور ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوکر نماز پڑھنے لگے مگر صحابہ آپس میں گفتگو میں مشغول رہے ۔دورانِ گفتگو مالک بن دخشم کا تذکرہ آیا لوگوں نے اس کو مغرور اور متکبر کہا (کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سن کر بھی حاضر نہیں ہوا، معلوم ہوا وہ منافق ہے) صحابہ نے کہا کہ ہم دل سے چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے بددعا کریں کہ وہ ہلاک ہوجائے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا وہ اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور میری رسالت کی گواہی نہیں دیتا؟ صحابہ نے عرض کیا: زبان سے تو وہ اس کا

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من لقي الله بالايمان وهو غير شاک فيه دخل الجنة وحرم على النار (۴۳)

قائل ہے مگر اس کے دل میں یہ بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دے گا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، یا یہ فرمایا کہ اس کو آگ نہ کھائے گی۔ حضرت انس نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس کو لکھ لو تو انہوں نے اس حدیث کو لکھ لیا۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی حال میں حد سے تجاوز کرنا اور اعتدال و وسطیت کو کھونا درست نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کی محبت میں آپ اس کو جنتی بنادیں اور مقام عصمت پر لا کر کھڑا کر دیں اور اس کے فرمان کو حرف آخر قرار دے دیں اور اس کی کسی رائے کے خلاف جانے والے کو مردود و محروم اور گمراہ و کافر اور جہنمی سمجھ بیٹھیں۔

اور ایسا بھی نہ ہو کہ جو آپ کی ہاں میں ہاں نہ ملائے اور جو آپ کے موقف و منہج پر نہ ہو یا جو آپ کے مشائخ و علما سے محبت نہ رکھتا ہو تو آپ اس کو دین و سنیت سے خارج تسلیم کرلیں اور آپ اپنے مخالفین پر ہر طرح کے ظلم و زیادتی کو روا رکھیں اور ان کی عزت و آبرو کو عوامی سطح پر نیلام کرتے پھریں اور ہر طرح کی تہمت اور افترا پردازی اور الزام تراشی کو آپ اپنے دین و سنیت کی خدمت تصور کر بیٹھیں۔

امام طحاوی تحریر کرتے ہیں:

وَلَا نُنْزِلُ أَحَدًا مِنْهُمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا ولا نشهد عليهم بكفر ولا بشرك وَلَا بِنِفَاقٍ مَا لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ وَنَذَرُ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللهِ تَعَالَى. [۱]

"ہم مسلمانوں میں سے کسی کو جنت یا دوزخ میں نہیں داخل کریں گے اور نہ ہی ہم ان کے خلاف کفر و شرک یا نفاق کی گواہی دیں گے جب تک کہ ان سے کوئی ایسی چیز ظاہر نہ ہو اور ہم ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔"

امام طحاوی دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) متن العقیدۃ الطحاویۃ (۷۰)

وَنَرْجُو لِلْمُحْسِنِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَيُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَلَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ وَلَا نشهد لهم بالجنة و نستغفر لمسيئهم و نخاف عليهم و لا نقنطهم.[1]

”ہم صالحین مومنین کے حق میں امید رکھتے ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت کرے گا اور انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہم ان کے ایمان کے بارے میں بے خوف نہیں اور نہ ہی ہم ان کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور ان میں سے گناہ گاروں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ان کے سلسلے میں ڈرتے ہیں اور ان کو ناامید نہیں کرتے ہیں۔“

میرے بھائی! دین اسلام اور سنیت کا تقاضا تو یہی ہے کہ آپ ہر حال میں اعتدال کو اپنا امتیاز بنا رکھیں اور یہ یقین کرلیں کہ جس دن ہم کسی کی محبت یا نفرت میں اعتدال اور وسطیت سے ہٹیں گے اسی دن ہم سنیت سے بھی ہٹ جائیں گے، چاہے ہم جیسا بھی نعرہ لگالیں، ہم پکے سنی اسی وقت تک ہیں جب تک ہم دین وسنیت کے تقاضے پر قائم ہیں اور دوست و دشمن کے ساتھ عدل وانصاف کا رویہ رکھے ہوئے ہیں، ورنہ نعرے سے کچھ بھی نہیں ہوتا کیوں کہ دین وسنیت اچھے اچھے نعروں کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک نظریہ اور صفت کا نام ہے جو اس نظریے کا حامل ہوگا اور جو اس صفت سے متّصف ہوگا وہی اہل سنت وجماعت ہوگا۔

اہل سنت وجماعت کی پہچان

آج ہر شیخ و مفتی بلکہ ہر مولوی و مقرر اہل سنت ہونے کا دعویٰ دار نظر آتا ہے جب کہ اپنے علاوہ کو مسلمان تسلیم کرنا بھی اس کی نازک طبیعت پر گراں گزرتا ہے ایسے ماحول میں ہمارا اہل سنت وجماعت کے درست تعارف سے آشنا ہونا بے حد ضروری ہے، ہم ذیل میں اس سلسلے میں مستند علمائے کرام کے فرمودات کی روشنی میں اہل سنت وجماعت کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

عظیم حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم صاحب بحر الرائق قدس سرہ (م:۹۷۰ھ) اہل سنت وجماعت کی پہچان بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) متن العقیدۃ الطحاویۃ (۵۹)

من أهل السنة والجماعة؟من فيه عشرة أشياء، الأول: أن لا يقول شيئا في الله تعالى لا يليق بصفاته، والثاني: يقر بأن القرآن كلام الله تعالى وليس بمخلوق، والثالث: يرى الجمعة والعيدين خلف كل بر وفاجر، والرابع: يرى القدر خيره وشره من الله تعالى، والخامس: يرى المسح على الخفين جائزا، والسادس: لا يخرج على الأمير بالسيف، والسابع: يفضل أبا بكر وعمر وعثمان وعليا على سائر الصحابة، والثامن: لا يكفر أحدا من أهل القبلة بذنب، والتاسع: يصلي على من مات من أهل القبلة، والعاشر: يرى الجماعة رحمة والفرقة عذابا. (۱)

”کون شخص اہل سنت سے ہے؟ وہ شخص اہل سنت اور جماعت میں سے ہے جس کے اندر یہ دس چیزیں موجود ہوں، پہلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہے جو اس کی صفات کے لائق نہ ہو، دوسری یہ کہ وہ تسلیم کرے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے، تیسری یہ کہ وہ جمعہ اور عیدین کو ہر نیک و بد کی اقتدا میں پڑھنے کو جائز جانتا ہو، چوتھی یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ وہ شخص جرابوں پر مسح کرنا جائز سمجھتا ہو، چھٹی یہ کہ وہ شخص حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرے۔ ساتویں یہ کہ وہ شخص حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا ہو۔ آٹھویں یہ کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر کسی گناہ کی وجہ سے نہ کرتا ہو۔ نویں یہ کہ وہ اہل قبلہ میں سے مرنے والوں کی نماز جنازہ ادا کرتا ہو۔ دسویں یہ کہ وہ شخص اتحاد کو رحمت جانتا ہو اور افتراق کو عذاب خیال کرتا ہو۔“

حضرت امام سہل بن عبد اللہ تستری قدس سرہ (م: ۲۸۳ھ) سے سوال کیا گیا کہ کیسے پہچانا جائے گا کہ کون شخص اہل سنت و جماعت سے ہے؟ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

إِذَا عَرَفَ مِنْ نَفْسِهِ عَشْرَ خِصَالٍ: لَا يَتْرُكُ الْجَمَاعَةَ, وَلَا يَسُبُّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, وَلَا يَخْرُجُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ بِالسَّيْفِ, وَلَا يُكَذِّبُ بِالْقَدَرِ, وَلَا يَشُكُّ

---

(۱) البحر الرائق (۲۰۷/۸)

فِي الإِيمَانِ, وَلا يُمَارِي فِي الدِّينِ, وَلا يَتْرُكُ الصلاة على من يَمُوتُ من أهل القبلة بِالذَّنْبِ, وَلا يَتْرُكُ الْمَسحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ, وَلا يَتْرُكُ الْجَمَاعَةَ خَلْفَ كُلِّ وَالٍ جَارَ أَوْ عَدَلَ۔ [1]

”جب انسان اپنے اندر دس باتیں پائے تو وہ اہل سنت و جماعت پر قائم ہے: (۱) نماز پنج گانہ کی جماعت نہ چھوڑے۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دے۔ (۳) اس امت کے خلاف قتال کی غرض سے خروج نہ کرے۔ (۴) تقدیر کی تکذیب نہ کرے۔ (۵) اپنے ایمان میں شک نہ کرے۔ (۶) دین کے معاملے میں ناحق جھگڑا نہ کرے۔ (۷) اہل قبلہ میں سے اگر کسی کی موت ہو جائے تو گناہ کی بنا پر اس کی نماز جنازہ ترک نہ کرے۔ (۸) مسح علیٰ الخفین کو ترک نہ کرے۔ (۹) ہر نیک و بد حاکم و امام کی اقتدا میں نماز ادا کرے، جماعت ہرگز ترک نہ کرے۔“

کیوں کہ جماعت چھوڑنا گناہ ہے، صاحب ”بہار شریعت“ علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں:

”عاقل، بالغ، حر، قادر پر جماعت واجب ہے، بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے، تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سخت سزا دی جائے گی، اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔“[2]

معلوم ہوا کہ بلا عذر نماز کی جماعت چھوڑنا گناہ ہے اور جماعت کو توڑنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے، اسی لیے محققین علمائے اہل سنت نے فرمایا ہے: کہ اگر کسی مسجد کا امام بدعتی بھی ہو تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے گی، جماعت ترک نہیں کی جائے گی اور نہ جمعہ کی نماز چھوڑی جائے گی اور نہ بدعتی امام کی وجہ سے اہل اسلام اور اہل قبلہ کی جماعت و اتحاد کو توڑا جائے گا، بلکہ محققین نے تو یہاں تک واضح کر دیا ہے کہ بدعتی امام کی امامت میں جماعت اور جمعہ ادا نہ کرنے اور جماعت مسلمین کو منتشر کرنے والا خود بدعتی اور گمراہ ہے، اس سلسلے میں علامہ صدر الدین محمد ابن ابی العز الحنفی عقیدہ طحاویہ کی شرح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

---

(۱) لالکائی/ شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ، اعتقاد سھل بن عبد اللہ تستری (متوفی: ۴۱۸ھ) (۳۲۴)
(۲) بہار شریعت، حصہ سوم، جماعت کے مسائل، (ج:۱، ص:۵۸۲)

وَأَمَّا إِذَا كَانَ تَرْكُ الصَّلَاةِ خَلْفَهُ يُفَوِّتُ الْمَأْمُومَ الْجُمُعَةَ وَالْجَمَاعَةَ، فَهُنَا لَا يَتْرُكُ الصَّلَاةَ خَلْفَهُ إِلَّا مُبْتَدِعٌ مُخَالِفٌ لِلصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.[1]

"بدعتی کی اقتدا قبول نہ کرنے کی وجہ سے اگر جماعت اور جمع فوت ہوتی ہے، تو بدعتی کی امامت قبول کی جائے گی اور جو قبول نہ کرے وہ خود بدعتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روش کی مخالفت کرنے والا قرار دیا جائے گا۔"

ہاں کسی بدعتی کو امامت پر بحال کرنا فقہائے اہل سنت کے نزدیک منع ہے لیکن جو بدعتی امام پہلے سے امامت پر فائز ہو تو اس کی اقتدا جائز ہے، تاکہ مسلمانوں کی جمیعت بحال رہے۔ اس سلسلے میں مزید گفتگو کسی اور موقع پر کی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صاحب "مجمع السلوک و الفوائد" حضرت علامہ مخدوم شیخ سعد خیر آبادی قدس سرہ (م:۹۲۲ھ) اہل سنت کی علامت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

متی یعلم الرجل أنه من أهل السنة والجماعة؟ فقال: إذا وجد فی نفسه عشرة أشياء فهو على السنة والجماعة: أن يصلی الصلاة الخمس بالجماعة، ولا يذكر واحدا من الصحابة بمنقصة، ولا يخرج على السلطان بالسيف، ولا يشک فی إيمانه، ويؤمن بالقدر خيره وشره من الله تعالى، ولا يجادل فی دين الله عز وجل، ولا يكفرن أحدا من أهل التوحيد بذنب، ولا يدع الصلاة على من مات من أهل القبلة، ويرى المسح على الخفين جائزا فی السفر والحضر، ويصلی خلف كل امام بر أو فاجراً.[2]

"یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کوئی اہل سنت و جماعت سے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب انسان اپنے اندر دس باتیں پائے تو وہ اہل سنت و جماعت پر قائم ہے: (۱) نماز پنج گانہ جماعت سے ادا کرے۔ (۲) کسی صحابی کا تذکرہ نقص و عیب کے ساتھ نہ کرے۔ (۳) سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے۔ (۴) اپنے ایمان میں شک نہ کرے۔ (۵) تقدیر خواہ اچھی ہو یا بری اس

(۱) شرح العقیدۃ الطحاویہ - ت الأرناؤوط، الصلاۃ خلف المبتدع والفاسق، (۲/۵۳۳)
(۲) مخطوطہ مجمع السلوک، رضا لائبریری، رام پور، ورق نمبر: ۲۹۷

کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھے۔ (٦) اللہ کے دین میں بحث و تکرار نہ کرے۔ (۷) گناہ کی بنا پر اہل توحید میں سے کسی کی ہرگز تکفیر نہ کرے۔ (۸) اہل قبلہ میں سے اگر کسی کی موت ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ ترک نہ کرے۔ (۹) مسح علیٰ الخفین کو سفر و حضر میں جائز سمجھے۔ (۱۰) ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرے۔"[۱]

عظیم محدث اور شافعی فقیہ شیخ الاسلام ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی (م:۴۹۰ ھ) قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

متى يعرف الرجل أنه على السنة والجماعة؟ قال: إذا عرف من نفسه عشر خصال، لا يترك الجماعة، ولا يسب أصحابي، ولا يخرج على هذه الأمة بالسيف، لا يشك في الإيمان، ولا يكذب بالقدر، ولا يماري في دين الله عز وجل، ولا يكفر احدا من اهل التوحيد بالذنب، ولا يدع الصلاة على من مات من أهل القبلة، ولا يترك المسح على الخفين في السفر ولا الحضر، ولا يترك الجمعة خلف كل بر و فاجر، فمن ترك من هذه الخصال واحدة فقد ترك السنة.[۲]

"جب انسان اپنے اندر دس باتیں پائے تو وہ اہل سنت و جماعت پر قائم ہے: (۱) نماز پنج گانہ کی جماعت نہ چھوڑے۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دے۔ (۳) اس امت کے خلاف قتال کی غرض سے خروج نہ کرے۔ (۴) تقدیر کی تکذیب نہ کرے۔ (۵) اپنے ایمان میں شک نہ کرے۔ (٦) دین کے معاملے میں ناحق جھگڑا نہ کرے۔ (۷) اہل قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرے۔ (۸) اگر اہل قبلہ میں سے کسی کی موت ہوجائے تو اس کی نماز جنازہ ترک نہ کرے۔ (۹) سفر و حضر میں مسح علیٰ الخفین کو ترک نہ کرے۔ (۱۰) ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز ادا کرے جمعہ (و جماعت) ترک نہ کرے۔ تو جس نے ان خصلتوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک کیا گویا اس نے اہل سنت و جماعت کے مسلک کو چھوڑ دیا۔"

---

(۱) مجمع السلوک (۳۵۷/۲)
(۲) مختصر الحجۃ علی تارک المحجۃ، (ص:۴۵٦)

اس سلسلے میں غوث اعظم حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ (م:۵۶۱ھ) کا ارشاد بھی بہت اہم ہے، فتوح الغیب کے ۷۸ ویں مقالے کے اندر اہل مجاہدہ کی دس خصلتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے چھٹی خصلت اس طرح ہے:

والسادسة: ألا يقطع الشهادة على أحد من أهل القبلة بشرك ولا كفر ولا نفاق، فإنه اقرب للرحمة وأعلى في الدرجة، وهي تمام السنة وأبعد عن الدخول في علم الله سبحانه وتعالى، وأبعد من مقت الله عز وجل، وأقرب إلى رضا الله تعالى ورحمته، فإنه باب شريف كريم على الله، يورث العبد الرحمة للخلق أجمعين.[1]

"سالکین راہ طریقت کی چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی پر کفر وشرک یا نفاق کا قطعی حکم نہیں لگاتے، کیوں کہ یہ عمل رحمت ومہربانی سے قریب تر اور اعلیٰ درجہ کا حامل ہے۔ یہی عین سنت ہے، اسی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم قطعی میں مداخلت سے دوری اور اس کے غضب سے حفاظت ہے، نیز یہی راہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت سے زیادہ قریب ہے اور یہی اس کے قرب میں پہنچنے کے لیے شرافت وکرامت کا راستہ ہے جس سے بندے کے اندر تمام مخلوقات کے لیے رحمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔"

صاحب تفسیرات احمدیہ حضرت احمد ملا جیون رحمہ اللہ (م:۱۱۳۰ھ) نے اہل سنت و جماعت کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

ولما كان ههنا مذكورا الفرق الإسلامية ونجاتهم وهلاكهم أوردنا بذيل الآية بيان أسمائهم وتفاصيل أقوالهم وعقائدهم ، ليكون تذكرة للإخوان وتبصرة لذوي الأذهان، فنقول: الفرقة التي هي ناجية من الجميع، وإن كانت مبهمة يصرفها كل مؤول إلى من يشاء، ولكن بالتحقيق والصدق من كان على طريق السنة والجماعة أي تابعا لما كان عليه الصحابة والتابعون ومضى عليه السلف الصالحون؛ إذ روي أنه استفسر عليه السلام عنها فقال: من كان على السنة والجماعة، وفي رواية قال: ما أنا عليه وأصحابي،

---

(۱) شیخ عبد القادر جیلانی/فتوح الغیب، مقالہ نمبر:۷۸

وفي رواية (عن ابن عباس) أنه كان فيه عشر خصال: تفضيل الشيخين، وتوقير الختنين، وتعظيم القبلتين، والصلاة على الجنائز، والصلاة خلف الإمامين، وترك الخروج على الإمامين، والمسح على الخفين، والقول بالتقديرين، والإمساك عن الشهادتين، وأداء الفريضتين — يعني تفضيل أبي بكر وعمر - وتوقير عثمان وعلي، وتعظيم بيت المقدس والكعبة، والصلاة على جنازة الفاسق والصالح جميعا، وكذا الصلاة خلف الإمام الفاسق والصالح جميعا، وترك الخروج على السلطان الجائر والعادل جميعا، والمسح على الخفين في الحضر والسفر جميعا، والقول بأن تقدير الخير والشر كلاهما من الله تعالى، والإمساك عن شهادة الجنة والنار لأحد بعينه سوى العشرة المبشرة ونحوهم، وأداء فرض الصلاة والزكاة جميعا.''[1]

''چوں کہ یہاں اسلامی فرقے اور ان کی ہلاکت کا تذکرہ ہوا تو ہم نے آیت کے ذیل میں ان کے اسما اور ان کے اقوال وعقائد کی تفصیلات کو بیان کر دیا تاکہ یہ احباب کے لیے وجہ تذکیر اور صاحبان عقل کے لیے باعث تدبر وبصیرت بن جائے، چنانچہ ہم کہتے ہیں:

وہ فرقہ جو ان سب میں ناجی ہے اگرچہ مبہم ہے اور جو بھی چاہتا ہے اس کو کسی پر بھی منطبق کر دیتا ہے لیکن تحقیق اور سچائی یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل سنت وجماعت کی راہ پر ہوں یعنی صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے منہج پر ہوں۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جماعت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو میری سنت پر قائم ہو اور جماعت کے ساتھ ہو، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں، ایک اور روایت میں (حضرت ابن عباس) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس میں (مندرجہ ذیل) دس باتیں ہوں وہ اہل سنت سے ہے:

جو شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا قائل ہو، حضرات ختنین یعنی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی توقیر کرتا ہو۔ اور دونوں قبلوں یعنی قبلہ اول بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی تعظیم کرتا ہو، ہر نیک وبد کی جنازے کی نماز پڑھتا ہو، ہر نیک

---

[1] ملا جیون/ تفسیرات احمدیہ، سورۃ الانعام (ص: ۳۸۲)

وبد کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی کا قائل ہو، ہر نیک وبد کسی بھی حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرتا ہو، سفرو حضر میں جرابوں پر مسح کو درست جانتا ہو، ہر اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھتا ہو، عشرہ مبشرہ اور ان جیسے کے علاوہ کسی کو متعیّن طور پر جنتی یا جہنمی کہنے سے پرہیز کرتا ہواور نماز اور زکوۃ کی فرضیت کی ادائیگی کرتا ہو۔"

اسی طرح کی باتیں مختلف روایتوں سے حنفی شیخ علامہ محمد عبد الحق ہندی نے اپنی تفسیر" الاکلیل علی مدارک التنزیل و حقائق التاویل "میں نقل کی ہے اور آخر میں خود اپنی رائے بھی لکھتے ہیں:

فنقول: الفرقة التي هي ناجية من الجميع، وإن كانت مبهمة يصرفها كل مؤول إلى من يشاء، ولكن بالتحقيق والصدق من كان على طريق السنة والجماعة، أي تابعا لما كان عليه الصحابة والتابعون ومضى عليه السلف الصالحون، اذروى أنه استفسر عليه السلام عنها، فقال: من كان على السنة والجماعة، وفي رواية: ما أنا عليه وأصحابي، وفي رواية عن ابن عباس أنه من كان فيه عشر خصال: تفضيل الشيخين، وتوقير الختنين، وتعظيم القبلتين، والصلاة على الجنازتين ، والصلاة خلف الإمامين، وترك الخروج على الإمامين، والمسح على الخفين، والقول بالتقديرين، والإمساك عن الشهادتين، وأداء الفريضتين۔

يعني تفضيل أبي بكر وعمر، وتوقير عثمان وعلي رضي الله تعالى عنهم، وتعظيم بيت المقدس والكعبة، والصلاة على جنازة الفاسق والصالح جميعًا، وكذا الصلاة خلف الإمام الفاسق والصالح جميعًا، وترك الخروج على السلطان الجائر والعادل جميعًا، والمسح على الخفين في الحضر والسفر جميعًا، والقول بأن تقدير الخير والشر كلاهما من الله تعالى، والإمساك عن شهادة الجنة والنار لأحد بعينه سوىٰ العشرة المبشرة ونحوهم، وأداء فرض الصلاة والزكاة جميعًا، ولعل هذا معظم مسائل أهل السنة والجماعة، وإلا فمثل حقية عذاب القبر ورؤية الله تعالى وغير ذلك أيضًا مما هو مختص بالسنة والجماعة، أو نقول: إن شرائط السنة والجماعة هي العشرة، والمسائل الأخر

ليست مشروطًا لها، وإن كانت مختصة بها. [1]

"ہم کہتے ہیں کہ وہ فرقہ جو ان سب میں ناجی ہے اگرچہ مبہم ہے اور جو بھی چاہتا ہے اس کو کسی پر بھی منطبق کر دیتا ہے لیکن تحقیق اور سچائی یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل سنت و جماعت کی راہ پر ہوں یعنی صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے منہج پر ہوں۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جماعت کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو میری سنت پر قائم ہو اور جماعت کے ساتھ ہو، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس میں مندرجہ ذیل دس باتیں ہوں وہ اہل سنت سے ہے:

شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت، حضرات ختنین یعنی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضِی اللہ عنھما کی توقیر، دونوں قبلوں یعنی قبلہ اول بیت المقدس اور خانہ کعبہ کی تعظیم، ہر نیک و بد کی جنازے کی نماز پڑھنا، ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی، ہر نیک و بد بادشاہ کے خلاف خروج نہ کرنا، سفر و حضر میں جرابوں پر مسح کرنا، ہر اچھی و بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے اس پر ایمان، عشرہ مبشرہ اور ان جیسے کے علاوہ کسی کو متعیّن طور پر جنتی یا جہنمی کہنے سے پرہیز اور نماز اور زکوۃ کی فرضیت کی ادائیگی، شاید یہ اہل سنت و جماعت کے چند اہم مسائل ہیں ورنہ عذاب قبر اور رویت باری تعالیٰ کا حق ہونا اور اس طرح کے دوسرے مسائل بھی اہل سنت کے امتیازات سے ہیں، یا ہم کہتے ہیں: سنت اور جماعت کی شرائط دس ہیں، اور دوسرے مسائل اس پر مشروط نہیں ہیں، اگرچہ وہ اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔"

صاحب "خزانۃ المفتیین" اہل سنت کی پہچان یوں تحریر فرماتے ہیں:

وعن أبي حنيفة -رحمه الله- أنه قال: من السنّة أن تفضِّلَ الشيخين، وتحب الخَتَنين، وترى المسحَ على الخفين، ولم تنسَ الله طرفة عين. [2]

"حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضِی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ تفضیل شیخین،

---

(۱) محمد عبد الحق ابن شاہ ہندی حنفی/الاکلیل علی مدارک التنزیل، سورۃ الانعام الآیۃ:۱۵۳ (ص:۲۶۶)
(۲) خزانۃ المفتیین، قسم العبادات (۲۶۵) بترقیم الشاملۃ آلیا)

محبت ختنین، مسح علی الخفین اور اہل سنت و جماعت کی یہ بھی پہچان ہے کہ وہ اپنے رب سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوں"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ الْمُزَكِّي يَقُولُ، أنا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مَسْعُودٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ، نا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ رُسْتُمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِصْمَةَ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ مَنْ أَهْلُ الْجَمَاعَةِ؟ قَالَ: مَنْ فَضَّلَ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَحَبَّ عَلِيًّا، وَعُثْمَانَ وَآمَنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللهِ، وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَلَمْ يُكَفِّرْ مُؤْمِنًا بِذَنْبٍ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِي اللهِ بِشَيْءٍ.(۱)

"حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ابو عبد اللہ حافظ نے انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا ابو بکر محمد بن جعفر مزکی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ابو عباس احمد بن سعید بن مسعود مروزی نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی سعد بن معاذ نے، انہوں نے فرمایا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن رستم نے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا ابو عصمہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہ اہل سنت کون ہے:

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل جانا، حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کی، اچھی و بری تقدیر کے اللہ کی جانب سے ہونے پر ایمان لایا، جرابوں پر مسح کیا، کسی چھوٹے یا بڑے گناہ کے سبب کسی مومن کو کافر نہ جانا اور نہ اللہ کی ذات کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا وہ اہل سنت و جماعت ہے۔"

حافظ ابن عبد البر صاحب "الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء" نے اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

قَالَ أَبُو يَعْقُوبَ نَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحَافِظُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ قَالَ نَا

---

(۱) الاعتقاد للبیہقی، (۱۶۲)

مُحَمَّدُ بْنُ سَلامَة قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ أَبِي عصمَة نوح ابْن أَبِي مَرْيَمَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ فَقُلْتُ: من أهل الْجَمَاعَة؟ قَالَ الذى لا ينظر فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلا يُكَفِّرُ أَحَدًا بُذَنْبٍ وَيُقَدِّمُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَيَتَوَلَّى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَلا يُحَرِّمُ نَبِيذَ الْجَرِّ وَيَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔۔۔

۔۔خَلَفُ بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ أَبِي حَنِيفَةَ يَقُولُ سَمِعت ابا حنيفة يَقُول: الْجَمَاعَة ان فضل أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَلا تَنْتَقِصَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَلا تُكَفِّرَ النَّاسَ بِالذُّنُوبِ وَتُصَلِّيَ على من يَقُول لَا إِلَهَ إِلا اللهُ.[1]

”ابو یعقوب نے کہا ہم کو احمد بن الحسن الحافظ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن الفضل بن العباس نے، انہوں نے کہا کہ ہم کو محمد بن سلامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہم کو علی ابن حبیب نے خبر دی، انہوں نے ابو عصمہ نوح ابن ابی مریم کی روایت سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں بحث نہ کرے، کسی گناہ گار کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کرے، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مقدم جانے، حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کا احترام کرے، گھڑے کے نبیذ کو حرام نہ جانے اور جو جرابوں پر مسح کرے وہ اہل سنت و جماعت ہے۔۔

۔۔خلف بن یحییٰ نے کہا کہ میں نے حماد بن ابی حنیفہ کو سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل سنت و جماعت وہ ہے جو ابوبکر، عمر، علی اور عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو تسلیم کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص نہ کرے، گناہ کے سبب کسی کی تکفیر نہ کرے اور ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ ادا کرے۔“

علامہ ابن ابوالعز حنفی اپنی کتاب ”شرح العقیدۃ الطحاویہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

أَهْلُ الْبِدَعِ يُكَفِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يُخَطِّئُونَ وَلَا يُكَفِّرُونَ.[2]

”اہل بدعت آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں جب کہ اہل سنت و جماعت (آپس

---

(1) ابن عبد البر/الانتقاء في فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ذكر طرف من فطنة ابي حنيفه (۱٦۳)

(2) أبو العز الحنفي،/شرح العقيدة الطحاوية-(۴۳۹/۲)

میں کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کو) خطاوار توٹھہراتے ہیں تکفیر نہیں کرتے۔"

علامہ ابن ابوالعز حنفی ایک دوسرے مقام پہ لکھتے ہیں:

فَمِنْ عُيُوبِ أَهْلِ الْبِدَعِ تَكْفِيرُ بَعْضِهِمْ بَعْضًا، وَمِنْ مَمَادِحِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ يُخَطِّئُونَ وَلَا يُكَفِّرُونَ. (۱)

"اہل بدعت کے عیوب سے یہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور اہل علم کی خوبیوں سے یہ ہے کہ وہ (آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کو) خطاوار توٹھہراتے ہیں تکفیر نہیں کرتے۔"

ان مستند علمائے کرام کے ارشادات سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اہل سنت اور اہل بدعت میں کیافرق ہے، ان تعلیمات کی روشنی میں اہل فہم کے لیے بہت آسان ہوجاتا ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ وہ اپنے اعمال اور اپنی روش کی بنیاد پر اہل سنت میں سے ہیں یا اہل بدعت میں سے۔

توبرائے وصل کردن آمدی نی برائے فصل کردن آمدی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے آخری اور سب سے زیادہ پسندیدہ دین میں داخل ہونے کی دعوت دی، جو کوئی بھی اس دعوت کو قبول کرتا آپ اسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھاتے اور یوں وہ اسلام میں داخل ہوجاتا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اقرار اور کلمہ توحید پڑھ لینے سے شروع ہونے والا لوگوں کا ایمانی سفر خود آپ کی زندگی میں ہی تعداد کے اعتبار سے لاکھوں میں پہنچ گیا اور کبھی کسی ایک کے لیے بھی آپ کی طرف سے یہ نہیں فرمایا گیا کہ میں اسے اس کی فلاں کمزوری یا غفلت یا سستی کی بناء پر کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ

(۱) أبوالعز الحنفي، /شرح العقيدة الطحاوية- (۴۳۹/۲)

شَيْئًا ۔ اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (حجرات:۱۵)

"یعنی دیہاتی (بدو) لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے، لیکن یہ کہا کرو کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے (کیوں کہ) ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھید جانتا ہے اور کوئی چیز بھی اس کے علم سے باہر نہیں، وہ ان بدوؤں کی دلی کیفیات کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کررہا ہے کہ ابھی ایمان ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا، پھر بھی خدائے عزّوجل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ انہیں اجازت دے دیں کہ وہ یہ کہہ لیں کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہے یا وہ اسلام لے آئے ہیں۔ یعنی باوجود اس کے کہ خود خدائے علیم وخبیر کی گواہی آگئی کہ ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اُترا، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت نہیں ملی کہ آپ انہیں خارج از اسلام قرار دیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۔ (النساء:۹۵)

"اور جو کوئی بھی تمھیں سلام پیش کرے اسے یہ نہ کہو کہ تُو مومن نہیں ہے۔"

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ "حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج کو ایک قوم کی طرف قتال کے لیے بھیجا۔ اس قوم میں ایک شخص "مسلمان" تھا جو اپنا مال واسباب اور مویشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہوگیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر "السلام علیکم" کہا۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر حربی ہے، اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ اس لیے اس کو مار ڈالا۔ اور اس کے مویشی اور اسباب کو لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم قتال کرنے کے لیے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو۔ بے سوچے سمجھے کام مت کرو۔ جو تمھارے سامنے اسلام

ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو۔

الزام تراشی کی صورت میں فیصلے کا شرعی طریقہ

شریعت میں دعوی اور حق کو ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ ہے کہ مدعی یعنی دعوی کرنے والے کے ذمہ اپنے دعوی کو گواہی کے ذریعہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے، اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ یعنی جس پر دعوی کیا جائے اس پر قسم لازم ہے، اور اگر وہ قسم کھالے تو اس کی بات معتبر ہوگی، لہذا کسی شخص کو محض الزام لگا کر اس کے جرم کے ثابت ہوئے بغیر سزا دینا شرعًا جائز نہیں ہے، اگر سزا نافذ نہ کی گئی ہو تو سچی توبہ اور صاحبِ حق سے زبانی معافی کافی ہوگی اور اگر سزا نافذ بھی کردی گئی اور اس سے مالی نقصان اٹھانا پڑا ہو تو صدقِ دل سے توبہ اور زبانی معافی کے ساتھ مالی تاوان بھی ادا کرنا ہوگا۔

صاحب ''مرقاۃ المفاتیح'' علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

عن ابن عباس مرفوعاً: لكن البينة على المدعي واليمين على من أنكر۔ قال النووي: هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع، ففيه: أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة، أو تصديق المدعى عليه. [1]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے: ''کہ مدعی پر دلیل اور انکار کرنے والے پر قسم لازم ہے'' امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث شریف احکام شرع کے قواعد واصول میں سے ایک عظیم قاعدہ کلیہ ہے، اس اصول کی بنیاد پر کسی انسان کا کوئی ایسا دعویٰ جو بلا دلیل ہو قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل پیش نہ کرے یا جس پر دعویٰ کیا گیا ہے وہ بذات خود اس دعوے کی تصدیق نہ کردے۔''

بنیادی طور پر کوئی بھی مسلمان جب تک وہ علانیہ طور پر دین پر عمل پیرا ہو تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا، یہاں تک کہ شرعی دلائل کی رو سے قطعیت اور بداہت کے ساتھ اس کا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ثابت ہوجائے۔ اسی طرح جب تک کسی سنی سے عقائد اہل سنت

---

(۱) ملا علی قاری/مرقاۃ المفاتیح، باب الاقضیہ والشہادات (۷/۲۵۰)

یعنی ضروریات اہل سنت کے انکار کا اقرار یا قطعی و بدیہی ثبوت نہ ہو اس وقت تک اس کو بھی سنی ہی کہا جائے گا، گمراہ یا بد عقیدہ کہنا ہرگز جائز نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔

کسی مسلمان کو کافر یا فاسق قرار دینے کے شرائط

کسی بھی مسلمان پر کفر یا فسق کا حکم لگانے سے قبل دو چیزوں کو دیکھنا ضروری ہے:

اول: کتاب و سنت میں یہ بات واضح ہو کہ یہ قول یا فعل کفر یا فسق کا موجب ہے۔

دوم: کفر یا فسق کا حکم معین شخص پر لاگو ہوتا ہو، یعنی کسی کو کافر یا فاسق قرار دینے کی شرائط پوری ہوں اور اسے کافر یا فاسق قرار دینے میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

اس کی اہم ترین شرائط درج ذیل ہیں:

شرط اول: مرتکب خطا کو علم ہو کہ اس کی جو غلطی ہے وہ اس کے کافر یا فاسق ہونے کی موجب ہے؛ کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيراً. [النساء:١١٥]

"اور جو ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے تو ہم اسے اسی راستے کے سپرد کر دیتے ہیں، اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے، جو بدترین ٹھکانا ہے۔"

اسی طرح فرمانِ باری تعالی ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ. [التوبہ:١١٥]

"اللہ تعالی کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا، جب تک کہ اس پر یہ واضح نہ کر دے کہ اسے کن کن باتوں سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالی یقیناً ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

محققین فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص نو مسلم ہے اور وہ کسی فریضے کا انکار کر دیتا ہے تو وہ اس

وقت تک کافر نہیں ہوگا جب تک کہ اسے اس فریضے کے بارے میں آگاہ نہ کردیا جائے۔

شرط دوم: کسی پر کفر یا فسق کا حکم لگانے کے موانع میں سے ایک مانع یہ ہے کہ کفر یا فسق کا موجب بننے والا عمل غیر ارادی طور پر سرزد ہوجائے، اس کی متعدّد صورتیں ہیں، مثلاً:

(۱) اس سے کفر یا فسق والا عمل جبراً کروایا جائے، چنانچہ وہ شخص کسی جبر کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ کام کرے، قلبی طور پر راضی ہو کر نہ کرے، تو ایسی صورت میں اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ إِيمَانِهِۦٓ إِلَّا مَنۡ أُكۡرِهَ وَقَلۡبُهُۥ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٌ [النحل:١٠٦]

”جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا، اِلا یہ کہ وہ مجبور کردیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو یہ معاف ہے مگر جس نے رضا مندی سے کفر کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

(۲) اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے انتہا درجے کی فرحت، یا غم یا خوف وغیرہ کی وجہ سے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کہہ گیا ہے، اس کی دلیل اس حدیث میں ہے:

عن أَنَسِ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ. (١)

”حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس آدمی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو سنسان زمین میں اپنی سواری پر ہو، اور وہ سواری اس سے گم ہوجائے اور اس کا کھانا پینا بھی اسی سواری پر ہو،

(١) صحیح مسلم، کتاب التوبۃ،: (٦٩٦٠)

اب وہ آدمی اس سے ناامید ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آکر لیٹ جائے اور جس وقت وہ اپنی سواری سے ناامید ہو کر لیٹے اچانک اس کی سواری اس کے پاس آکر کھڑی ہو جائے اور وہ انسان اس کی لگام پکڑ لے اور بے انتہا خوشی کی وجہ سے کہہ اٹھے: ''اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں ''یعنی فرط مسرت کی وجہ سے الفاظ میں غلطی کر جائے۔''

(۳) ایک مانع یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اس قول وفعل میں تاویل کر رہا ہو، مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ کچی باتیں ہو، جنہیں وہ حقیقی دلائل سمجھ کر یہ عمل کر رہا ہو، یا اسے شرعی حجت اور دلیل صحیح انداز سے سمجھ نہ آئی ہو، تو ایسی صورت میں اسی وقت کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے جب شرعی مخالفت عمداً ہو اور جہالت رفع ہو جائے، اس بارے میں فرمانِ باری تعالی ہے:

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً. [الاحزاب:۵]

''جن کاموں میں تم سے خطا ہو جائے تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن گناہ اس میں ہے جس میں تم عمداً خطا کرو۔ اللہ تعالی بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

الاصل أن لا يكفر احد بلفظ محتمل: لأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية ومع الاحتمال لا نهاية.[1]

''اصول یہ ہے کہ کلام میں احتمال کی صورت میں قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیوں کہ کسی کو کافر کہنا انتہا درجے کی سزا ہے، اس لیے گناہ بھی انتہا درجے کا ہونا چاہیئے، اور اگر کلام میں احتمال موجود ہے تو یہ انتہائی درجے کا گناہ نہیں۔''

فتاوی تاتارخانیہ کے اسی صفحہ پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول اس طرح نقل کیا گیا ہے:

قال ابو حنيفه رضى الله عنه: لايكون الكفر كفرا حتى يعقد عليه القلب.[2]

([1]) امام فرید الدین عالم بن العلاء/فتاوی تاتارخانیہ، (۷/۲۷۲)

([2]) امام فرید الدین عالم بن العلاء/فتاوی تاتارخانیہ، (۷/۲۷۲)

"امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کفر کو کفر اسی وقت کہا جائے گا جب اس پر قلب کا اعتقاد ہو۔"

فتوے بازوں کا عمومی رویہ

ہمارے دور میں تکفیری مزاج علما و مشائخ کی کثرت ہوگئی ہے اور انہوں نے یہ شغل اپنا رکھا ہے کہ لوگوں کے دلوں کی کیفیت از خود بیان کرتے ہیں اور اس پر کفر و شرک کا فتوی لگا دیتے ہیں اور یہ اتنے جری لوگ ہیں کہ اگر ان کو ان کے فتوے کی حقیقت سے آگاہ بھی کر دیا جائے یا صاحب معاملہ اپنی صفائی بھی پیش کر دے تب بھی یہ فتوی باز حضرات اپنے فتوے سے توبہ و رجوع کے بارے میں غور نہیں کرتے، نہ ہی صاحب معاملہ کی جان بخشی فرماتے ہیں، اس کی مثالیں ذاتی طور پر میرے تلخ تجربات میں موجود ہیں، ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفین کو دنیا میں بے آبرو کرنے کے لیے ہی دین و شریعت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔

ہمارے دور کے فقیہان حرم تکفیریت کے ایسے عادی ہوگیے ہیں کہ یہ حضرات غیر اصولی اختلاف بھی کرتے ہیں اور غیر اصولی اتحاد بھی کر لیتے ہیں، جب کسی سے کسی فرعی مسئلے میں بھی اختلاف ہوا تو اس معمولی اختلاف کو بھی کفر و ایمان کا حصہ بنا کر آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کر بیٹھتے ہیں اور جب کسی دنیوی معاملات میں محتاج ہوتے ہیں تو اپنے سارے فتاوی کو فراموش کر کے صلح کر لیتے ہیں۔

ہم تو ایسے مفتیان کرام اور علمی مراکز سے بھی واقف ہیں جنہوں نے کسی شیخ اور عالم کی کسی علمی رائے کو منفی رخ دیا اور پھر اس کو کفر و ضلالت کی سرحد تک لے جا کر دم لیا اور تیس چالیس سال بعد اسی علمی رائے کو اپنی تائید فقہی کے ساتھ اپنے ادارے کے ترجمان رسالے میں شائع کیا۔

ہمارے ملک میں نفس فقہ و فتاوی کو اپنی دسترس میں رکھنے والے ایسے بھی مفتیان کرام موجود ہیں جنہوں نے اپنے ہمنواؤں کے ساتھ کسی شیخ کی تکفیر کی اور ان کے متبعین کا سوشل بائی کاٹ کیا اور تیس چالیس سالوں تک ان سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حرام رکھا، ان کی مساجد، ان کے

مدارس الگ کردیے گیے، اور جب ان تمام اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے وہ شیخ اس دنیا سے رخصت ہوگیے لیکن ان کے محبین و متبعین کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہ آئی تو اب گواہوں کی بنیاد پر اس شیخ کی اور ان کے محبین کی برأت کا اعلان کیا جارہا ہے، کاش آپ کے کسی مفتی نے اس شیخ سے اس کی حیات میں ہی براہ راست اتمام حجت کیا ہوتا یا کم از کم آج ہی کی طرح آج سے قبل گواہی قبول کرنے کی جرأت کا مظاہرہ کیا گیا ہوتا۔

فقہی و علمی اختلاف ہو یا مسلکی و مشربی اختلاف، صدارت و نظامت کا اختلاف ہو یا ذات و برادری کا ہمارے دور کے سارے اختلافات کی انتہا کفر و ایمان اور گمرہی و ضلالت پر ہی ہوتی ہے، کم از کم صلح کلیت پر ہر اختلاف کا جانا تو لازم و ضروری ہی ہے۔

فروعی اختلافات کو اصولی اختلافات بنا کر شرعی احکام جاری کرنا عام بات ہوگئی ہے، بغض و حسد میں، تفوق و برتری حاصل کرنے میں، اپنے ادارے اور اپنے حلقے کو اسٹیبلش اور مضبوط کرنے کے دور میں ایک ادارہ دوسرے ادارے کے خلاف، ایک تحریک دوسری تحریک کے خلاف، ایک پیر دوسرے پیر کے خلاف، ایک عالم دوسرے عالم کے خلاف، ایک مفتی دوسرے مفتی کے خلاف کفر و ضلالت کے فتاوی لے کر برسرپیکار نظر آتے ہیں۔ حد تو اس وقت ہوجاتی ہے جب ایک دار الافتا میں بیٹھے ہوئے دو مفتی، اور ایک ادارے کے دو مدرس آپس میں ایک دوسرے کے خلاف فتوی لگا کر مقاطعہ کیے ہوئے مست نظر آتے ہیں، اور اسی کو دین و سنیت کی خدمت اور مقصد حیات سمجھتے ہوئے کلی اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔

اب تو یہ حالات ہیں کہ شاید ہی کوئی عالم و مفتی، پیر و خطیب اور ادارہ و تحریک بچا ہو جس پر کفر و ضلالت کا اور صلح کلیت کا فتوی نہ لگا ہو لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو یہ دعوی بھی ہے کہ ہماری جماعت ہی سواد اعظم ہے اور ہماری ہی تعداد سب سے زیادہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تکفیریت کی وجہ سے شاید ہی کوئی مسلمان باقی ہو بس اسلام زندہ ہے بغیر مسلمان کے۔ الامان والحفیظ۔

ایسے لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ کسی کو کافر، ملحد، فاسق یا مشرک وغیرہ قرار دے کر اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا ان جیسوں کا اختیار نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں طارق بن اشیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہو، درخت ہو یا پتھر یا کچھ اور، اس سے انکار کیا تو اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ پھر دوسری حدیث میں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور جابر سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں (باغیوں) سے لڑنے کا حکم ہوا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ تو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے اپنا مال اور جان بچالی مگر دین کی حق تلفی کا بدلہ ہے اور اس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ یعنی جب آدمی مسلمان ہوا اور کلمہ پڑھ لیا تو اس کی جان اور مال لینا حرام ہے اور اگر وہ خوف سے ظاہر میں مسلمان ہوا اور دل سے کافر رہا تو اس سے اللہ تعالیٰ حساب لے گا، دلوں کے حال دریافت کرنے کا اختیار حاکم، قاضی اور مفتی کو نہیں ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا اور جب وہ مرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گیے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اسلام لے آؤ۔ چنانچہ وہ یہودی لڑکا مسلمان ہو گیا تو آپ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس لڑکے کو آگ سے بچایا۔

تھوڑا سا بھی غور کرنے سے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس یہودی لڑکے نے محض زبان سے اقرار اسلام کیا۔ عمل کی کوئی توفیق نہ ملی، نہ موقع ملا لیکن وہ مسلمان شمار ہوا۔ اسے آپ نے جہنم کی آگ سے بچنے کی خوشخبری دی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

یہ ہے کلمہ طیبہ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ تبلیغ اسلام جس کو آج صاحبانِ فقہ وفتاویٰ کی بے جا جرأت وجہالت ہر دن پامال کر رہی ہے جس کا نقصان براہ راست پوری امت مسلمہ کو پہنچ رہا ہے اور ہمارے دور کے ذی شعور، ذی فہم، اہل علم وحکمت، صاحبان

عدل وانصاف اوراعتدال ووسطیت کانعرہ لگانے والے علما اور صوفیہ صافیہ کی مشیخت وسجادگی پر جلوہ افروز دعویداران قیادت وامامت مشائخِ وقت، صبرورضا کا پیکر، خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اوراپنی کم ہمتی کومصلحت وحکمت کانام دے کراحساس ذمہ داری سے دامن جھاڑ چکے ہیں۔

حوصلہ پست ہے کیوں عزم جواں پیدا کر
اٹھ زمانے میں قیامت کا سماں پیدا کر

قیصر جعفری کہتے ہیں:

ہوا خفا تھی مگر اتنی سنگ دل بھی نہ تھی
ہمیں کو شمع جلانے کا حوصلہ نہ ہوا

یگانہ چنگیزی کہتے ہیں:

مصیبت کا پہاڑ آخر کسی دن کٹ ہی جائے گا
مجھے سر مار کر تیشے سے مر جانا نہیں آتا

اختر شیرانی کہتے ہیں:

انہی غم کی گھٹاؤں سے خوشی کا چاند نکلے گا
اندھیری رات کے پردے میں دن کی روشنی بھی ہے

تکفیریت کا زہر

ابتدائے اسلام کے کچھ ہی عرصہ بعد علماء حضرات کے کچھ گروہوں نے تبلیغ کرنے کی جگہ تکفیر کی فیکٹریاں قائم کرلیں۔ان کی زبانوں کے شعلے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے خاکستر کرتے رہے اور جابجا زبانوں کی تلواریں آہنی تلواروں کا روپ دھار کر مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا سر قلم کرواتی رہیں، جس کا فائدہ غیروں کو ہوتا رہا اور بڑی بڑی بارعب سلطنتیں تکفیر کے زہر کے اثر سے تاخت وتاراج ہوگئیں۔

اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد اپنا درد کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''اسلام کے اس تیرہ سو برس کے عرصے میں فقہا کا قلم ہمیشہ تیغ بے نیام رہا ہے، اور ہزاروں حق پرستوں کا خون ان کے فتووں کا دامن گیر ہے۔ اسلام کی تاریخ کو کہیں سے پڑھو سینکڑوں مثالیں کہتی ہیں کہ بادشاہ جب خوں ریزی پر آتا تھا تو دار الافتاء کا قلم اور سپہ سالار کی تیغ دونوں یکساں طور پر کام دیتے تھے۔ صوفیہ اور ارباب باطن پر منحصر نہیں، علمائے شریعت میں سے بھی جو نکتہ بیں اسرار حقیقت سے قریب ہوئے، فقہا کے ہاتھوں انہیں مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور بالآخر سر دے کر نجات پائی۔''(۱)

سقوطِ بغداد کا المناک سانحہ تاقیامت ہمیں تکفیر کے زہر کی قتل و غارت گری کی داستان سناتا رہے گا۔ بغداد کی فضائیں معتصم باللہ کی حکومت میں تکفیر سے آلودہ ہو چکی تھیں۔ سنی و شیعہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی دوڑ میں تمام حدیں پھلانگ رہے تھے۔ اقتدار کے ایوانوں سے دونوں گروہوں کی یوں حمایت ہو رہی تھی کہ وزیرِ اعظم ابن علقمی جو خود بھی شیعہ تھا، شیعوں کی حمایت کرتا تو دوسری طرف خلیفہ معتصم باللہ کا فرزند ابو بکر سنیوں کی حمایت اور امداد کرتا۔ اس لڑائی نے تعلیم گاہوں اور تربیت گاہوں کے ساتھ سلطنت کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور وہ سلطنت جس کی ہیبت کے چرچے تھے وہ ہلاکو کی افواج کے سامنے ریت کی دیوار اور راکھ کا ڈھیر ثابت ہوئی۔ بغداد میں انسانی لاشوں کے ڈھیر تھے جو مسلمانوں کی تھیں اور تین دن تک دجلہ کا پانی خونِ مسلم سے سُرخ رہا۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے دسیوں، بیسیوں واقعات جو تاریخ کے اوراق میں ہمیں ملتے ہیں۔ ان سے کوئی سبق نہ لیا گیا۔ آج بھی جبّہ و دستار کے حامل علما و خطبا کمائی کی خاطر خونِ مسلم کی ارزانی کی داستانیں سناتے دکھائی دیتے ہیں، آج بھی اپنی حقیقت سے ناآشنا مسلمان ان کے ہوس پرستانہ عزائم کا ذریعہ اور شکار بن رہے ہیں، اور آج بھی غریب عوام کے چندے سے لاکھوں لاکھ کے جلسے مسلمانوں کو تقسیم کرنے اور صالحین کی آبرو کو برسرعام نیلام کرنے کے

(۱)مولانا آزاد/حیات سرمد، ص:۲۰

لیے منعقد کیے جا رہے ہیں، آج بھی ناحق خونِ مسلم بہہ رہا ہے۔ آج بھی جسدِ اسلام کو چھلنی کیا جا رہا ہے، آج بھی کلمہ طیبہ کی عظمت نیلام ہو رہی ہے اور آج بھی دین کے اقدار کو بے وقار کیا جا رہا ہے اور آج بھی اہل تقویٰ صالحین و مصلحین بے آبرو ہو رہے ہیں اور آج بھی اہل محبت عوام تکفیر بازاری کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں نظر آ رہے ہیں۔

گاؤں گاؤں بٹ چکا، محلے کے لوگ آپس میں بر سرپیکار ہیں، ایک مسجد میں تین تین افراد کی دو دو جماعتیں قائم کی جا رہی ہیں، ایک گھر کے افراد آپس میں ایک دوسرے کو سنی تو چھوڑ دیں مسلمان تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، واہ کیا ہی خوب دین و سنیت کی تبلیغ ہو رہی ہے! جو دین اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے آیا تھا اس دین کے ماننے والے آج اللہ کے بندوں کو اللہ کی رحمت سے دور کرنے اور دھکا دے کر جہنم رسید کرنے میں مصروف ہیں۔

صاحبان اعتدال سے گزارش

ہمارے دور کے اہل انصاف، ذی فہم، صاحب اعتدال علما و مشائخ اپنی اپنی عزت و آبرو بچانے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں، کیا مجال کہ یہ حضرات حق گوئی کی جرأت کا مظاہرہ کریں، ان کی حکمت و مصلحت کا پہلو اتنا غالب ہے کہ ان کے سامنے کسی مسلمان کو بلا تحقیق کافر و مشرک بنا دیا جاتا ہے اور یہ علما و مشائخ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں، ان کو جتنی فکر اپنی عزت و آبرو کی ہے، کاش ان کو اسلامی اقدار و اصول اور کلمہ طیبہ کی عظمت کا بھی اتنا ہی خیال ہوتا۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

آج لوگ صرف دنیا کی عزت و احترام کی طلب میں اس قدر مگن ہیں کہ آخرت کے دائمی عذاب کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ اللہ کے دین کے اقدار کی فکر اور نہ کلمہ طیبہ کی عظمت کا خیال اور نہ مسلمانوں کی آبرو کی فکر بس کسی طریقے سے اپنے معاملات بہتر ہو جائیں، اپنی اولاد کا مستقبل محفوظ رہے، نہ حق و صداقت کی فکر اور نہ قوم کے حال و مستقبل کا خیال، دین اور دین کے اصول

مٹ جائیں تو مٹ جائیں لیکن مسلک و مشرب کی انا کسی طریقے سے باقی رکھنے کی کوشش ہمہ جہت جاری وساری ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيۡعًاۢ بَصِيۡرًا۔ [النساء:۱۳۴]

”جو کوئی دنیا کا انعام چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت (دونوں) کا انعام ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔“

اُن پہلوؤں کی اصلاح پر زور دینے کے بعد جن میں انسان اکثر ظلم و زیادتی اور افراط و تفریط کا شکار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اِس قسم کے چند پُر اثر جملوں میں ایک مختصر وعظ ضرور فرماتا ہے اور اس سے مقصُود یہ ہوتا ہے کہ نفوس کو ان احکام کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔ اس آیت سے پہلے والی آیتوں میں عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ عدل و انصاف اور حسنِ سلوک کی ہدایت کی گئی ہے، اس لیے اس کے فوراً بعد اللہ تعالی نے اہلِ ایمان کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ”جو شخص صرف دُنیاوی جاہ وحشم اور عزت و وقار کا طالب ہو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے پاس دُنیا کی عزت بھی ہے اور آخرت کی عزت بھی، اور اللہ سمیع و بصیر ہے۔

اس ارشاد میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا کے فائدے بھی ہیں اور آخرت کے فائدے بھی، عارضی اور وقتی فائدے بھی ہیں، پائیدار اور دائمی فائدے بھی۔ اب یہ تمھارے اپنے ظرف اور حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ تم اُس سے کس قسم کے فائدے اور عزت و وقار چاہتے ہو۔ اگر تم محض دنیا کے چند روزہ فائدوں اور عزتوں ہی پر اکتفا کرنا چاہتے ہو اور ان کی خاطر ابدی زندگی کے فائدوں اور دائمی عزت و تکریم کو قربان کر دینے کے لیے تیار ہو تو اللہ یہ سب تم کو یہیں دے دے گا، مگر پھر آخرت کے ابدی فائدوں میں تمھارا کوئی حصّہ نہ رہے گا۔

اللہ کی رحمت تم کو ابد تک سیراب کرنے کے لیے تیار ہے، مگر یہ تمھارے اپنے ظرف کی

تنگی اور حوصلہ کی پستی ہے کہ صرف ایک فصل کی سیرابی کو ابدی خشک سالی کی قیمت پر خریدتے ہو۔ کچھ ظرف میں وسعت ہو تو اطاعت و بندگی اور سچائی و جرأت کا، عدل و انصاف کا، حق گوئی اور بے باکی کا بھی راستہ اختیار کرو جس سے دُنیا اور آخرت دونوں کے فائدے تمھارے حصّہ میں آئیں۔

آخر میں فرمایا اللہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پُوری باخبری کے ساتھ اپنی اِس کائنات پر حکم رانی کر رہا ہے۔ ہر ایک کے ظرف اور حوصلے اور ہر ایک کے اوصاف کو اور نیتوں کو وہ جانتا ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کس راہ میں اپنی محنتیں اور کوششیں صرف کر رہا ہے۔ کون ہے جو اس کے بندوں کو اس کی رحمت سے دور کر رہا ہے اور کون ہے جو اس کے بندوں کو اس کی رحمت کے قریب لا رہا ہے، تم اس کی نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے اور اس کے بندوں کو اس کی رحمت سے محروم کر کے اس کی ان بخششوں کی اُمید نہیں کر سکتے جو اس نے صرف فرماں بردار اور صالحین و مصلحین کے لیے مختص کر رکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ [النساء:۱۳۵]

"اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے محض اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ، خواہ گواہی خود تمھارے اپنے یا تمھارے والدین یا تمھارے رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو، اگرچہ جس کے خلاف گواہی ہو وہ مال دار ہے یا محتاج، اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ سو تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جاؤ گے، اور اگر تم گواہی میں پیچ دار بات کرو گے یا حق سے پہلوتہی کرو گے تو بیشک اللہ ان سب کاموں سے جو تم کر رہے ہو خبردار ہے۔"

اسی مفہوم کی ایک آیت سورہ مائدہ میں بھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. [المائدہ۸:۵]

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی بھی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم اس سے عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو، بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے،“

اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ انصاف کی روش پر چلو، بلکہ یہ فرمایا کہ انصاف کے علمبردار بنو۔ تمھارا کام صرف انصاف کرنا ہی نہیں ہے بلکہ انصاف کا جھنڈا لے کر اُٹھنا ہے۔ تمہیں اس بات پر کمربستہ ہونا چاہیے کہ ظلم مٹے اور اس کی جگہ عدل و انصاف قائم ہو اور حق صداقت کا بول بالا ہو۔ عدل و انصاف کے قیام کے لیے جس سہارے کی ضرورت ہے، مومن ہونے کی حیثیت سے تمھارا مقام یہ ہے کہ وہ سہارا تم بنو۔

آگے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کے واسطے گواہی دینے کے فرائض انجام دو، یعنی تمھاری گواہی محض خدا کے لیے ہونی چاہیے، کسی کی رورعایت اس میں نہ ہو، کوئی ذاتی مفاد یا اللہ کے سوا کسی کی خوشنودی یا کسی ذات و برادری اور مسلک و مشرب کی بے جا حمایت یا جاہ وحشم کی بحالی اور انا کی تسکین تمھارے مدِّ نظر نہ ہو۔ اگرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، استاد ہو یا شاگرد، ہم مسلک ہو یا ہم مشرب حق و انصاف اور سچی گواہی پر ہی قائم رہو اور اپنی دنیوی جاہ وحشم اور فانی و وقتی خواہش کی تسکین میں عدل و انصاف اور حق و صداقت سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے ادھر ادھر کی بات کی اور حق و انصاف سے کام نہ لیا اور سچائی کے واضح ہونے کے بعد بھی رجوع اور توبہ اور معافی کی ہمت نہ کی اور پہلو بچاتے رہے تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خوب خبر ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کے عدل کے سامنے سب برابر ہے، نہ تم کو

تمھاری شیخ الحدیثی بچائے گی اور نہ پدرم سلطان بودی کی وجہ سے آپ کو اسپیشل رعایت دستیاب ہوگی، جناب اس کی بارگاہ میں صغیر وکبیر، شیخ وانصاری سب برابر ہیں۔

اے میرے اللہ تو ہمیں اپنی رضا کی خاطر حق بولنے اور حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور میرے مولیٰ اپنے دین کی بقا، کلمہ طیبہ کی عظمت و وقار اور اپنے بندوں کی عزت و آبرو کی بحالی کی خاطر بروقت حق بولنے اور عدل وانصاف پر قائم رہنے کی ہمت و جرأت عطا فرما، اور ہمارے دور کے جن علماء نے اپنی لاعلمی یا بغض وحسد یا عناد میں یا کسی اور سبب کی بنیاد پر تکفیر و تضلیل جیسے عظیم وکبیر گناہ کو ہلکا اور آسان سمجھ لیا ہے اور بات بات پر آپس میں ہی ایک دوسرے کو اس کا شکار بنا رہے ہیں ان کو علم نافع، قلب مطیع اور عقل سلیم عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آخری بات

مکرمی استاذ گرامی قدر آپ کے استفسار و استفتا کا جواب قدرے طویل ہوگیا، لیکن کچھ مفید اور کارآمد باتیں بھی آگئی ہیں، شاید آپ کو پسند آئے، امید کہ آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے اور اس جواب کے مطالعے کے بعد اپنے خیالات سے آگاہ فرمائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مجیب الرحمن علیمی کان اللہ تعالیٰ لہ

دارالافتاء عارفیہ، سید سراواں شریف، کوشامبی

۱۰/ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ / ۲۷/ اگست ۲۰۲۳ء

❁❁❁

مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

الاسماء والصفات ، ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی (۴۵۸ھ)، تحقیق: عبد اللہ بن محمد حاشدی ، ناشر: مکتبۃ السوادی، جدۃ، ۱۴۱۳ھ - ۱۹۹۳ء۔

الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیہ ، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (۹۱۱ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ، ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳ء

الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد علی مذھب السلف واصحاب الحدیث، ابو بکر بیہقی (۴۵۸ھ)، دار الآفاق الجدیدۃ-بیروت، ۱۴۰۱ء۔

الاقتصاد فی الاعتقاد، ابو حامد محمد غزالی (۵۰۵ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۴ء۔

الاکلیل علی مدارک التنزیل وحقائق التاویل، عبد الحق بن شاہ ہندی حنفی (۱۳۳۳ھ)، تحقیق: محی الدین اسامہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۲ء۔

الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقھاء، ابو عمر، ابن عبد البر قرطبی (۴۶۳ھ)، مکتبۃ القدسی، قاہرہ، ۱۳۵۰ھ

البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ زین الدین بن ابراہیم، معروف بہ ابن نجیم مصری (۹۷۰ھ)۔

البدایۃ والنھایۃ، اسماعیل ابن کثیر (۷۷۴ھ)، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء۔

بہار شریعت، محمد امجد علی اعظمی، مکتبہ المدینہ، دہلی، ۱۴۲۹ھ ۲۰۰۸ء۔

تاریخ دمشق، ابن عساکر (۵۷۱ھ)، دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

التعلیقات الرضویہ علی الفتاوی الھندیہ، احمد رضا بریلوی، صدیقی پبلیشرز، کراچی، ۲۰۰۹ء۔

التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ، احمد بن ابو سعید امیٹھوی معروف بہ ملا جیون حنفی (۱۱۳۰ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۱۰ء۔

جد الممتار علی رد المحتار، الثالث، احمد رضا بریلوی، مکتبۃ المدینۃ، کراچی، ۲۰۱۳ء۔

خزانۃ المفتین، حسین بن محمد حنفی (۷۴۶ھ)، وتحقیق: ڈاکٹر فہد بن عبد اللہ قحطانی، ۱۴۴۱ھ-۱۲۲۰ء۔

حیات سرمد، مولانا ابوالکلام آزاد، تنویر پریس، لکھنؤ

الدر المختار شرح تنویر الابصار وجامع البحار، محمد بن علی حنفی حصکفی (۱۰۸۸ھ)، تحقیق: عبد المنعم خلیل ابراہیم، ناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲ء۔

سنن ابو داود، ابو داود سلیمان سجستانی (۲۷۵ھ)، محقق: شعیب الأرنؤوط، محمد کامل قرہ بللی، ناشر: دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ: الاولی، ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء۔

سنن الترمذی، ابو عیسی ترمذی (۲۷۹ھ)، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۷۵ء۔

السنن الکبری، ابو بکر احمد بیہقی (۴۵۸ھ)، محقق: محمد عبد القادر، ناشر: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء۔

سنن دار قطنی، ابو الحسن علی دار قطنی (۳۸۵ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء۔

شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ابو القاسم طبری رازی لالکائی (۴۱۸ھ)، تحقیق: احمد بن سعد بن حمدان غامدی، ناشر: دار طیبۃ-السعودیۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔

شرح السنۃ، ابو محمد بغوی شافعی (۵۱۶ھ)، تحقیق: شعیب الأرنؤوط-محمد زہیر الشاویش، ناشر: المکتب الاِسلامی-دمشق، بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء۔

شرح العقائد، سعد الدین تفتازانی، مجلس برکات، مبارک پور، ۲۰۰۲ء۔

شرح العقیدۃ الطحاویۃ، صدر الدین محمد، ابن ابی العز حنفی (۷۹۲ھ) مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء۔

صحیح البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)، محقق: د. مصطفی دیب البغا، ناشر: دار ابن کثیر، دار الیمامۃ-دمشق، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء۔

صحیح مسلم، ابو الحسین مسلم قشیری نیساپوری، (۲۶۱ھ) محقق: احمد بن رفعت بن عثمان حلمی-محمد عزت بن عثمان-بونعمۃ اللہ محمد شکری بن حسن، ناشر: دار الطباعۃ العامرۃ-ترکیا، ۱۳۳۴ھ۔

عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، محمد بن یوسف دمشقی صالحی شافعی/مولوی محمد ملا عبد القادر افغانی، جامعہ الملک عبد العزیز، ۱۳۹۹ھ۔

العقیدۃ الطحاویۃ، ابو جعفر الطحاوي (۳۲۱ھ)، دار حزم، بیروت، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۵ء۔

عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام رضی اللہ عنھم، ناصر بن علی عائض حسن،، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

عمدۃ القاری، بدر الدین عینی (۸۵۵ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

الفتاوی العالمکیریۃ = الفتاوی الھندیۃ، جماعۃ من العلماء، برئاسۃ شیخ: نظام الدین بلخی، ناشر: مطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق، مصر۔

الفتاویٰ التاتار خانیہ، شیخ فرید الدین عالم بن العلا دہلوی (۷۸۶ھ)، تعلیق: مفتی شبیر احمد قاسمی، مرکز النشر والتوزع: مرکز زکریا، دیوبند، ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء۔

فتاوی شامی = حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، محمد امین، معروف بہ ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)، ناشر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ۔

فتوح الغیب، شیخ عبد القادر جیلانی، (۵۶۱ھ)، مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر، (۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء)۔

فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقۃ، ابو حامد محمد غزالی (۵۰۵ھ) دار المنھاج، ۱۴۳۸ھ-۲۰۱۷ء۔

مجمع السلوک (قلمی)، سعد الدین خیر آبادی (۹۲۲ھ) رضا لائبریری رام پور۔

مختصر الحجۃ تارک المحجۃ، ابو الفتح نصر ابن ابراہیم مقدسی (۴۹۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ابراہیم محمد ہارون، اضواء السلف، مکان طباعت ندارد۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، علی القاری (۱۰۱۴ھ)، دار الفکر، بیروت، ۲۰۰۲ء۔

المنثور فی القواعد الفقھیہ، بدر الدین محمد شافعی زرکشی (۷۹۴ھ)، تحقیق: ڈاکٹر فائق اَحمد محمود، ناشر: وزارۃ الأوقاف الکویتیہ، ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔

منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، علی بن سلطان محمد قاری (۱۰۱۴ھ) دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء۔

المنھاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ابو زکریا محیی الدین یحیٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۹۲ء۔

نوادر الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، مؤلف: محمد بن علی حکیم ترمذی (۳۲۰ھ)، محقق: عبد الرحمن عمیرۃ، ناشر: دار الجیل-بیروت۔

❁❁❁

Paighaam-e-Ahl-e-sunnat

Writer: Dr. Mufti M M Rahman Alimi

ارشاد گرامی

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ

”سالکین راہ طریقت کی چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی پر کفر و شرک یا نفاق کا قطعی حکم نہیں لگاتے، کیوں کہ یہ عمل رحمت و مہربانی سے قریب تر اور اعلیٰ درجہ کا حامل ہے۔ یہی عین سنت ہے، اسی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم قطعی میں مداخلت سے دوری اور اس کے غضب سے حفاظت ہے، نیز یہی راہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی رحمت سے زیادہ قریب ہے اور یہی اس کے قرب میں پہنچنے کے لیے شرافت و کرامت کا راستہ ہے جس سے بندے کے اندر تمام مخلوقات کے لیے رحمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔“

(فتوح الغیب، مقالہ نمبر: ۷۸)

₹100

SHAH SAFI ACADEMY

Khanqah-e-Arifia, Saiyed Sarawan,

Kaushambi,U.P. 212213